ماہنامہ
دختران اسلام
لاہور
ستمبر 2020ء

روحانیت اور مقناطیسیت

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

حضرت زینب رضی اللہ عنہا گلشن علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تیسرا پھول

قائد اعظم محمد علی جناحؒ عظیم رہبر

کشف المحجوب اور اہل بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کا مقام و مرتبہ

6 ستمبر
یوم دفاع

وطن سے تجدیدِ عہدِ وفا کا دن

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 27 شمارہ: 8 / محرم الحرام / صفر ۱۴۴۲ھ / ستمبر 2020ء

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

ایڈیٹر
اُم حبیبہ

ڈپٹی ایڈیٹر
نازیہ عبدالستار

مجلس مشاورت

نوراللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ، ڈاکٹر نبیلہ اسحاق
ڈاکٹر شاہدہ مغل، ڈاکٹر فرخ سہیل، ڈاکٹر سعدیہ نصراللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز، مسز حلیمہ سعدیہ
مسز راضیہ نوید، سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سرویا، ڈاکٹر نورین روبی

رائٹرز فورم

آسیہ سیف، ہادیہ خان، جویریہ سحر ش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سمیعہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام ـــــ فوٹو گرافی: قاضی محمود الاسلام

فہرس

اداریہ

(مجلسِ عاملہ، مجلسِ شوریٰ کے اجلاس اور شیخ الاسلام کی نصیحت)		4
روحانیت اور مقناطیسیت	مرتبہ: نازیہ عبدالستار	5
حضرت زینبؑ گلشن علیؓ و فاطمہؓ کا تیسرا پھول	ڈاکٹر فرخ سہیل	11
قائداعظم محمد علی جناحؒ عظیم رہبر	ڈاکٹر عشرت افضل	15
کشف المحجوب اور اہلِ بیت اطہارؓ کا مقام و مرتبہ	ڈاکٹر شفاقت علی بغدادی	18
6 ستمبر یوم دفاع: وطن سے تجدیدِ عہدِ وفا کا دن	تحریم رفعت	23
حقیقی جمہوریت اور پاکستان	راضیہ نوید	26
امن انسانیت کی بقاء کا ضامن ہے	فاطمہ محمود	28
’’عصرِ حاضر کا نوجوان اور درسگاہیں‘‘	پروفیسر حلیمہ سعدیہ	31
آپ کی صحت: بروقت ناشتہ امراضِ قلب کو کم کرتا ہے	ویشا وحید	33
گلدستہ: جو ضمیر کی آواز پر لبیک کہے آسودگی اس کا مقدر بنتی ہے	مرتبہ: حافظہ سحر عنبرین	35
International literacy Day	Syeda Khazra Fatima	37

مجلّہ دخترانِ اسلام میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید، امریکہ: 15 ڈالر — مشرق وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر [?]
ترسیل زر کا پتہ: منی آرڈر / چیک / ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور [?]
قیمت فی شمارہ -/35 روپے
سالانہ خریداری -/350 روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184
Visit us on: www.minhaj.info E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ ۫ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (البقرہ،۱۹۶)

’’اور حج اور عمرہ (کے مناسک) اللہ کے لیے مکمل کرو، پھر اگر تم (راستے میں) روک لیے جاؤ تو جو قربانی بھی میسر آئے (کرنے کے لیے بھیج دو) اور اپنے سروں کو اس وقت تک نہ منڈواؤ جب تک قربانی (کا جانور) اپنے مقام پر نہ پہنچ جائے، پھر تم میں سے جو کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو(اس وجہ سے قبل از وقت سر منڈوالے) تو (اس کے) بدلے میں روزے (رکھے) یا صدقہ (دے) یا قربانی (کرے) پھر جب تم اطمینان کی حالت میں ہو تو جو کوئی عمرہ کو حج کے ساتھ ملانے کا فائدہ اٹھائے تو جو بھی قربانی میّسر آئے (کر دے)، پھر جسے یہ بھی میّسر نہ ہو وہ تین دن کے روزے (زمانۂ) حج میں رکھے اور سات جب تم حج سے واپس لوٹو، یہ پورے دس (روزے) ہوئے، یہ (رعایت) اس کے لیے ہے جس کے اہل و عیال مسجدِ حرام کے پاس نہ رہتے ہوں (یعنی جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو)، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے‘‘۔

(ترجمہ عرفان القرآن)

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ هِشَامٍ رضی الله عنه عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ذَهَبْتُ أَسُبُّ حَسَّانَ عِنْدَ عَائِشَةَ رضي الله عنها، فَقَالَتْ: لَا تَسُبَّهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهَذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

’’حضرت ہشام رضی اللہ عنہ نے اپنے والد (حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے لگا (کیونکہ وہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں میں شامل تھے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انہیں برا بھلا نہ کہو وہ (اپنی شاعری کے ذریعے) رسول اللہ ﷺ کا کفار کے مقابلہ میں دفاع کیا کرتے تھے۔‘‘

عَنِ الْبَرَاءِ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِحَسَّانَ: اهْجُهُمْ أَوْ هَاجِهِمْ وَجِبْرِيلُ مَعَكَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وفي رواية البخاري: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَ قُرَيْظَةَ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ رضی الله عنه: اهْجُ الْمُشْرِكِينَ فَإِنَّ جِبْرِيلَ مَعَكَ.

’’حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مشرکین کی ہجو کرو (یعنی ان کی مذمت میں اشعار پڑھو) اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی (اس کام میں) تمہارے ساتھ ہیں۔‘‘

بخاری کی ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے قریظہ کے روز حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ’’مشرکین کی ہجو (یعنی مذمت) کرو یقیناً جبرائیل علیہ السلام بھی (میری ناموس کے دفاع میں) تمہارے ساتھ شریک ہیں۔‘‘

(المنہاج السوی من الحدیث النبوی ﷺ، ص۴۶۲)

خواب

مشکلیں امت مرحوم کی آساں کردے
مور بے مایہ کو ہمدوش سلیمانؑ کردے
جنسِ نایاب محبت کو پھر ارزاں کردے
ہند کے دیر نشینوں کو مسلماں کردے

(کلیات اقبال، بانگ درا، ص:۸۹۲)

تعبیر

اسلام ہماری زندگی اور ہمارے وجود کا بنیادی سرچشمہ ہے۔ ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔

(اسلامیہ کالج پشاور، 13 جنوری 1948ء)

تکمیل

بندے کو مال کے ساتھ بڑی محبت ہوتی ہے کیونکہ مال اس کے پاس خود بخود نہیں آتا وہ مال کے لیے منصوبہ بندی کرتا ہے، عمر بھر محنت کرتا ہے۔ ڈگری لیتا ہے پھر جاب اپلائی کرتا ہے دھکے کھاتا ہے، محنتیں کرتا ہے، سوجتن کرکے وہ مال کمانے لگتا ہے۔ پہلے نقصان کرتا پھر بریک ایون پر آتا ہے پھر وہ نفع کی طرف جاتا ہے۔ دن رات اس کے دل کی دھڑکنیں اس مال کے ساتھ جڑی رہتی ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ایک طرف مال کی محبت ہے، دوسری طرف انسانیت کی محبت ہے، ایک اللہ کے بندوں کی محبت، مشکلات میں پھنسے ہوئے بندے جن کے پاس کھانا نہیں، بچہ بیمار ہے اس کی دوائی کے لیے پیسے نہیں، بچے کو پڑھانے کے وسائل نہیں جو بندے اس کیفیت میں ہیں ان سے تمہیں کتنی محبت ہے اور جتن کرکے جو مال کمایا تھا اس سے کتنی محبت ہے اگر مال کی محبت بڑھ جائے تو یہ دوزخ میں لے جائے گی۔ مال کی محبت انسان کو بخیل کردے گی۔ اگر مال کی محبت بڑھ جائے اور ضرورت مند لوگوں پر خرچ نہ ہو تو اس کو اللہ رب العزت نے دین کو جھٹلانا قرار دیا ہے۔ (ماخوذ از خطاب شیخ الاسلام، اللہ کیلئے اپنا مال دوسروں پر خرچ کرنے کی اہمیت)

اداریہ

مجلس عاملہ، مجلس شوریٰ کے اجلاس اور شیخ الاسلام کی نصیحت

منہاج القرآن انٹرنیشنل کی مجلس عاملہ، مجلس شوریٰ اور سپریم کونسل کے اہم اجلاس مورخہ 5 ستمبر، 6 ستمبر اور 7 ستمبر کو منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ میں منعقد ہوئے، ان دستوری اجلاسوں میں اندرون، بیرون ملک کی تنظیمات سے تعلق رکھنے والے ممبران عاملہ، شوریٰ اور سپریم کونسل شریک ہوئے، اجلاسوں سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اہم خطابات کئے، یہ خطابات تحریک منہاج القرآن کی اساسی فکر اور مستقبل کے تنظیمی لائحہ عمل کے حوالے سے رہنمائی سے بھرپور تھے، مذکورہ اجلاسوں کا مرکزی ایجنڈا تحریک منہاج القرآن کا دستور تھا، شیخ الاسلام نے اپنے خطابات میں بتایا کہ تحریک منہاج القرآن کا دستور 80ء کی دہائی میں جن حالات میں بنایا گیا تھا اس وقت تنظیم کا دائرہ کار ایک ملک تک محدود تھا، بعدازاں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا تنظیمی انفراسٹرکچر وسعت پذیر ہوتا چلا گیا اور پاکستان سمیت دیگر ممالک میں بھی تحریک کا ایک فعال تنظیمی نیٹ ورک قائم ہو گیا، انہوں نے بتایا چونکہ 80ء کی دہائی میں جو دستور میری نگرانی میں مرتب کیا گیا تھا اس کے پیش نظر پاکستان کے معروضی حالات اور حقائق تھے اور اس امر کی اشد ضرورت تھی کہ دستور میں دیگر ممالک کی تنظیمات اور ان کے عہدیداران کی آراء اور تجاویز کو بھی شامل کیا جائے، انہوں نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں فرمایا تحریک منہاج القرآن علمی وفکری، اخلاقی و روحانی، تعلیمی وشعوری اور سماجی و معاشرتی اصلاح کے لئے کوشاں ہے، تحریک اپنے انقلابی سفر کے مراحل خمسہ میں سے دعوتی، تنظیمی اور تربیتی مراحل کے ساتھ دعوت وتبلیغ حق، اصلاح احوال امت، تجدید احیائے دین، ترویج و اشاعت اسلام، امت میں اتحاد ویگانگت، بین المذاہب ہم آہنگی اور رواداری، انتہا پسندی کا انسداد اور امن و اعتدال کے فروغ کیلئے کوشاں ہے اور اس جدوجہد کا نام مصطفوی انقلاب ہے، انہوں نے فرمایا ہماری دعوت کے اہداف الدعوۃ الی اللہ، الدعوۃ اِلی الرسول ﷺ، الدعوۃ اِلی القرآن، الدعوۃ اِلی العلم والخلق، الدعوۃ اِلی الاخوۃ و المودّۃ، الدعوۃ اِلی الجماعۃ، الدعوۃ اِلی الاقامۃ ہے۔ تحریک کی اس اساسی فکر کے حوالے سے آئندہ شمارے میں تفصیل کیساتھ قارئین کو آگاہ کیا جائے، تاہم شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ نے اندرون، بیرون ملک کی جملہ تنظیمات، عہدیداران، وابستگان اور کارکنان کیلئے ایک ہدایت جاری کی ہے کہ مشورے اور تجاویز کیلئے دستور کے اندر فورمز بنا دیئے گئے ہیں جس کا ڈاکومنٹ تنظیمات، ذمہ داران و کارکنان کو مل جائے گا، انہوں نے اصول مشاورت کے حوالے سے بتایا کہ آج کے بعد مجاز دستوری فورم پر ہونے والے فیصلوں کے بعد تحریک کے فیصلوں اور پالیسیز کے بارے میں فیس بک، ٹویٹر، وٹس ایپ گروپس اور سوشل میڈیا کے کسی ٹول پر کوئی بحث مباحثہ نہیں ہوگا، مجاز فورمز پر فیصلوں کے بعد اگر کسی نے سوشل میڈیا کے کسی ٹول پر اس پر تبصرہ یا تنقید کی تو اسے شرپسندی اور فتنہ فساد سمجھا جائے گا اور ایسا شخص اپنی بنیادی رکنیت سے محروم ہو سکتا ہے، تجاویز دینے اور اختلاف رائے کے اظہار کا حق دستور میں دیئے گئے فورمز کے سوا اور کہیں نہیں ہو گا، انہوں نے فرمایا ہم اپنے گھر اور خاندان کے مسائل چار دیواری کے اندر نمٹانے کی کوشش کرتے ہیں اور کبھی بھی گھر سے باہر ان مسائل کو زیر بحث نہیں لاتے، جب آپ اپنے گھر کے مسائل گھر کے اندر حل کرتے ہیں تو اس تناظر میں کسی کو تحریک کے بارے میں معاملات چوراہے پر زیر بحث لانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی، انہوں نے فرمایا آج کے بعد سوشل میڈیا پر تحریک کے معاملات زیر بحث لانا بین ہے، انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ تحریک اور قیادت کے فیصلوں کو سپورٹ کریں، اس سے تحریک اور مشن مضبوط ہو گا، انہوں نے فرمایا کوئی فیصلہ بھی مشاورت کے بغیر نہیں ہوتا، اب بھی مشاورت کے دائرہ کار کو وسعت دی جا رہی ہے اور اس کے لئے فورمز تشکیل دے دیئے گئے ہیں، پوری تحریک کے کارکنان کو اپنی آراء اور تجاویز دینے کا ایک فول پروف اور محفوظ ترین میکانزم دے دیا ہے، اس کے باوجود اگر کوئی سوشل میڈیا پر رائے زنی کرے گا اس کا مقصد شرپسندی کے سوا اور کچھ نہیں ہو گا۔ شیخ الاسلام نے مسلسل تین روز عہدیداران، ذمہ داران اور ممبران عاملہ و شوریٰ کو گھنٹوں اپنی اہم گفتگو سے نوازا اور مستقبل کے تنظیمی خدوخال کے بارے میں رہنما اصول متعین کئے، یوں تو ان دستوری فورمز میں کئے گئے خطابات کا ایک ایک حرف رہنمائی کا خزانہ ہے، تاہم شیخ الاسلام نے تحریک کے نظم ونسق، اظہار خیال، اختلاف رائے اور تجاویز کے ضمن میں ابہام سے پاک رہنمائی دے دی ہے، تحریک اور قائد تحریک سے وفاداری اور وابستگی کا تقاضا ہے کہ ان ہدایات پر من وعن عمل کیا جائے۔ (چیف ایڈیٹر دختران اسلام)

روحانیت اور مقناطیسیت

عرش سے فرش تک کائنات کے تمام حقائق کے لئے روحانی مقناطیس محمد ﷺ کا وجود ہے

امت مسلمہ روحانیت، فکر وعمل اور پاکیزہ نسبتوں سے دور ہوتی جارہی ہے

مرتبہ: نازیہ عبدالستار

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ. (فصلت، ۴۱: ۵۳)

''ہم عنقریب انہیں اپنی نشانیاں اطرافِ عالم میں اور خود اُن کی ذاتوں میں دِکھا دیں گے یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہی حق ہے۔''

حدیث قدسی میں ہے: اللہ جل مجدہ کا ارشاد ہے:

میں نے ان لوگوں سے محبت کرنا اپنے اوپر لازم کرلیا ہے جو از راہ میری وجہ سے لوگوں سے محبت کرتے میری وجہ سے مجلس میں بیٹھتے ہیں، میری وجہ سے کسی کی زیارت کرنے جاتے ہیں، چہرہ دیکھنے جاتے ہیں، میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔ (احمد بن حنبل ۵: ۲۳۳)

اولیاء کی محبت، ذکر، زیارت، تعلق ونسبت مجلس کا انعقاد خالصتاً من اللہ اور الی اللہ ہوتا ہے کوئی شخص اللہ کی دین کے بغیر اللہ کے ولی سے محبت نہیں کرسکتا جو دل اللہ کی محبت سے خالی ہے اس کا مطلب ہے اللہ نے ان دلوں کو محرومی کے لیے چن لیا ہے۔

حضور داتا گنج بخشؒ کا مشن روحانیت ہے۔ اس دور مادیت میں روحانیت کو سمجھنے کی ضرورت ہے مگر بدقسمتی ہے کہ امت مسلمہ کو مادیت کا لبادہ اوڑھایا جارہا ہے جبکہ اسلام اور امت مسلمہ کی زندگی روحانیت سے ہے۔ آج روحانی دور زوال کے بہت سے اسباب وجوہات ہیں جس کی وجہ سے آج امت مسلمہ روحانیت کے فکر، عمل، عقیدے اور نسبت سے دور ہوتی جارہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ امت مسلمہ کو روحانیت سے آشنا کرایا جائے۔

آج کے دور کا سب سے بڑا معیار علم سائنس ہے، آج کا تعلیم یافتہ طبقہ اور مادیت زدہ ذہن حقیقت میں تشدد زدہ ہے۔ مادیت زدہ ذہن یہ سمجھتا ہے، سائنس جس چیز کو تسلیم کرے وہی حق ہے جو چیز سائنسی اصولوں پر پوری نہ اترے وہ محض تخیل و تصور اور خیال ہے اور کچھ نہیں۔ سائنسی دنیا آج کے ترقی کے دور میں جس کو مقناطیسیت کہتے ہیں اس دور کی Latest سائنسی Theory ہے۔ جدید تحقیق پر آج امریکہ اور یورپ میں سیمینارز ہورہے ہیں۔ ریسرچ آگے بڑھ رہی ہے۔ Super Alectro-Magnatism (سپر الیکٹرو میگنیٹزم) جس کا مطلب روحانیت اور مقناطیسیت ہے تاکہ پرکھا جاسکے روحانیت کی حقیقت آج کے سائنسی تحقیق کی روشنی میں کیا ہے؟ اولیاء اس سائنسی دور کی روشنی میں کیا مقام رکھتے ہیں؟

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ہم عنقریب اپنی نشانیاں دکھادیں گے۔ اس پوری خارجی دنیا میں اور ان کی جانوں کے اندر بھی، یہاں تک کہ تم پر آشکار ہوجائے گا کہ حق وہی ہے جو اس کا غیر ہے وہ باطل ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ دنیا دو ہے ایک عالم خارجی اور ایک عالم داخلی۔ خارجی دنیا آفاق ہے۔ مادی کائنات ہے اور داخلی دنیا من قلب و باطن نفس و روح ہے۔ اللہ نے واضح کردیا کہ اللہ کی نشانیاں دونوں دنیاؤں میں موجود ہیں۔ جنہوں نے اللہ کی

نشانیوں کو اللہ کی پیدا کردہ قوتوں کو اس خارجی دنیا میں دریافت کیا اور انہیں بروئے کار لائے۔ انہیں سائنس دان کہتے ہیں۔ اس مادی دنیا کو خواہ انسانی زندگی ہے یا آفاقی زندگی اس قوتوں کو بروئے کار لانے کا حق یا تحقیق سائنس کہلاتی ہے۔

وہ لوگ جنہوں نے اس باطنی دنیا میں اللہ کی نشانیوں اور قوتوں کو تلاش کیا اللہ کی رضا کی سمت انہیں ڈھال کر بروئے کار لائے۔ وہ صوفیاء کہلاتے ہیں جو اس میں کامیاب ہوگئے وہ اولیاء ہوگئے۔ دونوں جگہ تلاش ایک ہی حقیقت کی ہے۔ وہ حقیقت مطلق ہے حقیقت اولیاء ہے۔ سائنس دان اس کو دریافت نہیں کر سکے لیکن ان کے پلڑے کی سمت وہی ہے وہ خارجی دنیا میں اللہ کے نشانیوں کو دریافت کرکے بروئے کار لارہے ہیں۔صوفیاء اپنی داخلی اور باطنی دنیا میں اللہ کی نشانیوں کو یکجا کرکے اور اس کی رضا کی سمت ڈھال کر دریافت کرکے بروئے کار لائے ہیں۔ یہ عمل تصوف ہے جبکہ وہ عمل سائنس ہے۔ اس وقت تصوف کے حق اور سچ ہونے کی دلیل سائنس سے بہتر اور دوسرا کوئی نہیں ہے جو لوگ معمولی سا بھی سائنسی علم رکھتے ہیں انہیں معلوم ہے کہ ہر مقناطیسیت کی مقناطیسی قوت ہوتی ہے جس کو Magnatic Fource کہتے ہیں۔اس کا اثر اردگرد ماحول میں ایک خاص فاصلے تک ہوتا ہے جس قدر زیادہ طاقتور مقناطیس ہوگا اسی قدر فاصلے میں اس کا اثر ہوگا۔جس حد تک مقناطیس کا اثر ہوتا ہے اسے میگنیٹک فیلڈ کہتے ہیں۔ سائنس دان اس دنیا کو بہت بڑا مقناطیس کہتے ہیں۔ اس زمین کی مقناطیسی قوت کا اثر فضاء میں ہر طرف 80 ہزار کلومیٹر تک جاتا ہے۔مشتری سب سے بڑا سیارہ ہے اس کی مقناطیسی قوت زمین کے مقابلے میں اڑھائی لاکھ گنا زیادہ ہے۔ مقناطیسی قوت انرجی ہے۔ مادہ نہیں۔ روحانی ہے۔ مادہ روحانی میں بدل رہا ہے۔ انرجی مادہ میں بدل رہی ہے۔ زمین کی قوت 80 ہزار کلومیٹر تک مادے پر اثر انداز ہوتی ہے جو آج تک روحانیت کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکے اور مادیت کے علمبردار ہیں۔ دکھ یہ ہے کہ انہیں نہ مادیت کی خبر ہے نہ روحانیت کی خبر ہے۔ ان کے لیے سوال ہے جو آج تک اس وسوسے میں ہیں کہ اولیاء کرام اپنی پوری توجہ سے کسی مرید کو کیسے فیض یاب کر سکتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ تم لوگ یہاں بیٹھ کر داتا گنج بخش ہجویریؒ سے تعلق استوار کرنے کی بات کرتے ہیں کبھی خواجہ اجمیرؒ کے فیوض کی بات کرتے ہیں کبھی شہنشاہ بغداد کے عنایات اور نوازشات کی بات کرتے ہیں۔ کیسے ممکن ہے اتنا دور وہ کون سا رابطہ ہے جو اثر انداز ہوجاتا ہے۔ یہ وہی رابطہ ہے جو زمین کو اللہ نے عطا کیا ہے جو 80 ہزار کلومیٹر تک مادے کو اپنا اثر دیتی ہے۔مشتری اڑھائی لاکھ گنا زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ یہ اس کائنات کی مادی حقیقتیں ہیں۔ جب مادی حقیقتیں جب روحانی کیفیتوں میں بدلتی ہیں تو وہ کروڑوں، اربوں،میلوں تک بغیر کسی مادی وابستہ کے اثر انداز ہوتی ہیں۔ یہ زمین، مشتری، سیارگانِ فلک مادی حقائق کائنات اپنی جگہ عرش سے فرش تک کائنات کے تمام تر حقائق کے لیے روحانی مقناطیس محمد ﷺ کا وجود ہے۔ روحانی مقناطیسیت کا نام حقیقت محمدی ﷺ ہے۔

یہ حقیقت محمدی ﷺ ساری کائنات میں جاری و ساری ہے مگر کچھ لوگوں کو معلوم ہوتی ہے اور کچھ کو نہیں ہوتی۔ زمین پوری مقناطیسی قوت کے ساتھ لبریز ہے مثلاً لوہا، سوئی رکھ دیں ہزار میٹریل رکھ دیں مگر سوئی کی خاص سمت متعین نہیں ہوگی پڑی رہے گی اس لیے کہ سوئی کا ربط اسی مقناطیسی قوت کے ساتھ نہیں ہے۔ اسی میٹریل سے بنا ہوا ایک کمپاس جس کو ربط دے دیا گیا ہے اس کمپاس کو رکھ دیں وہ فل فور آپ جہاں بھی ہوں گے وہ سمت کو جنوباً اور شمالاً متعین کرلے گا وجہ یہ ہے کہ زمین میں دو پول ہیں۔ نارتھ پول اور ساؤتھ پول۔ شمال اور جنوب کے دو مرکز ہیں جہاں سے مقناطیسیت کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ جسے کمپاس سے ربط نہ تھا ہزار میلوں کی مسافت کے باوجود لاکھوں اجسام پڑے رہے مگر جسے کمپاس سے ربط ہوگیا اسے زمین کے جس خطے پر لے جائیں اس کا چہرہ اسی پول کی طرف ہوجاتا ہے اس طرح لاکھ جسم ہیں مادیت زدہ، تعصب زدہ، تباہ و برباد جسم جس کا کوئی ربط نہیں نہ اللہ سے نہ اس کے مصطفیٰ ﷺ سے فقط مادیت کا ڈھیر ہیں۔ جو خود بے ربط ہیں وہ یہ ہی کہیں گے کہ ربط بن نہیں سکتا مگر وہ لوگ جو اپنے دل کو کمپاس بنالیتے ہیں مدینہ کے پول سے ربط قائم کرلیتے ہیں جو

جدھر جاتے ہیں مصطفیٰ ﷺ کا چہرہ ادھر ہوتا ہے۔ ان کی روح ادھر ہوتی ہے۔ ان کا ربط قائم ہوجاتا ہے۔ کیا وجہ ہے؟ اس زمین کا نارتھ اور ساؤتھ پول سوئی کو ایک خاص سمت دے سکتا ہے اور تاجدار کائنات ﷺ کی توجہ انسانی قلب و روح کو سمت نہیں دے سکتی وجہ کیا ہے۔ وہی وجہ بے ربط مادوں میں ہے وہی وجہ بے جسموں میں ہے۔ زمین کے دو پول ہیں لیکن کائنات کا ایک ہی پول ہے۔ جیسے رب ایک ہے ایسے ہی مرکز فیض بھی ایک ہے۔ یہاں کا پول مدینہ ہے جس کے قلب کے سوئی مدینہ کے پول سے مربوط ہوگئی پھر وہ لغزش کا شکار نہیں ہوتا۔ جب اپالو 11,12 چاند پر تسخیر کیے جارہے تھے۔ امریکہ میں سائنسدانوں نے اپنی لیبارٹریز اسٹیبلش کی تھیں۔ چاند گاڑی چاند پر اتر رہی تھی مگر ہدایات زمین کے مرکز سے لے رہی تھی۔ کوئی تاریں تو نہیں لگی ہوئی تھیں مگر ایک ربط تھا۔ وہ ربط انسان نے پیدا کرلیا ہے۔ زمین پر بیٹھ کر چاند کی پرواز کرنے والے کو ہدایات دے رہا ہے وہ ہدایات لے رہی ہے۔ اپالو11 غالباً 2011ء کی بات ہے ان کا ربط ٹوٹ گیا، ہدایات منقطع ہوگئیں وہ سفر میں تباہ و برباد ہوگیا۔ گردش نظام کی نذر ہوگیا اور منزل مقصود تک نہ پہنچ سکا۔ اپالو12 جس کا ربط قائم رہا منزل مقصود تک پہنچا۔ تحقیقات لے کر واپس آگیا۔ جس طرح اپالو کے سفر کے لیے امریکہ میں قائم کردہ مرکز چاند تک پرواز کا سفر کرنے والے کو اپنے نظم میں رکھے ہوئے تھا جس کا ربط قائم رہا وہ منزل تک جا پہنچا۔ جس کا ربط ٹوٹ گیا وہ تباہ و برباد ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات انسانی کے اندر ہدایت، رشد، فلاح نجات کامیابی اور منزل تک پہنچنے کے لیے مرکز نجات وجود مصطفیٰ ﷺ کو بنادیا ہے۔ جس کا ربط تاجدار کائنات کے ساتھ رہے گا وہ کبھی تباہ و برباد نہیں ہوسکتا۔ جس کا ربط کٹ جائے گا وہ تباہی سے کبھی بچ نہیں سکتا۔ اگلا سوال پیدا ہوتا ہے کہ مقناطیس بنتے کیسے ہیں؟ اس کے دو طریقے ہیں ایک الیکٹرک چارج میتھرڈ ہے دوسرا سٹروک میتھرڈ ہے ایک پکا مقناطیس بنانے کا ایک کچا بنانے کا طریقہ ہے۔

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو اگر میرا نہیں بنتا تو نہ بن اپنا تو بن

الیکٹرک کرنٹ گزارتے ہیں خاص وجود میں خاص پروسیسر میں وہ مستقل مقناطیس بن جاتا ہے، وہ مقناطیس کے طور پر کام کرتا ہے۔ اس کی مقناطیسی قوت ہے۔ اس کی فیلڈز ہیں پھر وہ کام کرتا ہے۔ ایک طریقہ کچا ہے جو خود اس محنت سے نہ گزر سکے۔ الیکٹرک کرنٹ کے پروسیسر کو مکمل نہ کرسکے ان میں مقناطیسیت پیدا کرنے کا بھی ایک طریقہ ہے اس کو سٹروک میتھرڈ کہتے ہیں۔ ایک مقناطیس لے کر عام لوہے کا ٹکڑا لے کر اس کے ساتھ رگڑ دیں اس سے مس ہونے سے بھی مقناطیسیت آجائے گی۔ مقناطیس کو ہاتھ میں اٹھائیں اس کے ساتھ لوہے کے ٹکڑے لگادیں، مقناطیس کو اٹھائیں ٹکڑے ساتھ لٹک جائیں گے کسی چیز سے باندھا ہوا نہیں ہے۔ عام لوہے کے ٹکڑے الگ پڑے ہوئے ہیں الگ ان میں کوئی کشش نہ تھی مگر مقناطیس سے ربط اور مس پیدا ہونے کی وجہ وہ ان کے ساتھ لٹک گئے پھر ان کے ساتھ سویاں چپکادیں یہ چپکتی چلی جائیں گی اس کو اولیاء کا سلسلہ کہتے ہیں۔

اولیاء الیکٹرک چارج میتھرڈ کے ذریعے روحانی مقناطیسیت پیدا کرتے ہیں۔ وہ تذکیر کے مرحلہ سے گزرتے ہیں مجاہدات نفس کرتے ہیں، وہ ریاضات کرتے ہیں وہ اطاعت کی بھٹی میں اپنے آپ کو پکاتے ہیں مجاہدات میں اپنے آپ کو فنا کرتے ہیں مجاہدہ کے دروازے سے گزر کر مقام مشاہدہ پر پہنچتے ہیں جب مشاہدہ ہوتا ہے تو مرکز فیض ان کے لیے کھل جاتا ہے۔ وہ پکے چارج ہوجاتے ہیں۔ پھر انہیں مختلف جگہوں پر رکھ دیا جاتا ہے۔ وہ جنہیں چارج مدینہ سے ملتا ہے وہ بڑا میگنٹ جو پوری دنیا میں پھیلا رہا ہے اسے چارج مقام کعبہ قوسین سے ملتا ہے۔ پھر ساری کائنات کے لیے ایک جگہ برقرار کردیا جاتا ہے پھر اس کے میگنٹ سٹروک میتھرڈ کے ذریعے تیار ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی داتا گنج بخش بنا کر لاہور میں رکھا جاتا ہے۔ غوث اعظم بنا کر بغداد میں رکھا جاتا ہے، کوئی خواجہ اجمیر بنایا جاتا ہے، حضرت مجدد الف ثانی بنا کر سرحد میں رکھا جاتا ہے، کوئی بہاؤالدین زکریا ملتانی بنا کر ملتان میں رکھا جاتا ہے، کوئی شیخ سہرورد بنا کر رکھا جاتا ہے مختلف جگہوں پر میگنٹ رکھ دیئے جاتے ہیں۔ ہر میگنٹ کا ایک میگنیٹک فیلڈ ہوتا ہے۔ ہر ایک کا دائرہ سلطنت مقرر ہوجاتا ہے۔ اس میں

کوئی اور دخل اندازی نہیں کرسکتا۔ یہ صوفیاء اور اولیاء کہتے ہیں کہ ان کا دائرہ کار ہوتا ہے جہاں ان کا حکم چلتا ہے جبکہ مادی ذہن پوچھتا ہے کیسے؟ اسی طرح ہر مقناطیس کا دائرہ ہے جہاں اس کا حکم چلتا ہے۔ اس دائرے کے اندر جو ذرہ آئے گا اسی سے چپکے گا جو اس سے مس ہوجائے گا اس میں مقناطیسیت منتقل ہوجائے گی پھر اس سے ملے اگلا اس سے ملے گا اگر ربط قائم رہے تو پھر سلسلے اولیاء کے قائم ہوجاتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ جسم موصل ہو۔ جو فیض لے بھی سکے اور دے بھی سکے کچھ اجسام غیر موصل ہوتے ہیں لکڑی غیر موصل ہے۔ اگر اسے آگ میں ڈال دیں وہ خودتو جل جائے گی مگر اپنے ہی دوسرے کنارے تپش نہیں پہنچائے گی۔ اس میں اصال کا پروسیسر نہیں، لوہا موصل ہے۔ لوہے کو بھی اسی آگ میں رکھتے ہیں وہ خود جلے گا تپش لے گا۔ اس سے اگلے کنارے اس سے متصل تمام کناروں کو منتقل کرتا چلا جائے گا۔

یہاں انسان کو چاہئے کہ وہ موصل بنے وہ اپنی روح کا سر اس مقناطیسوں کے ساتھ مس کرے تو فیض ان میں آئے گا جو اس کے ساتھ منسلک ہوگا اس کو منتقل ہوتا جائے گا۔ سرکار غوث پاک کی طرح وہ صاحب اتصال یہ کہے گا جو ہم سے متعلق ہوگا وہ بھی ہمارے فیض و برکات سے محروم نہیں ہوگا۔ اس طرح اولیاء کرام اپنے روحانی چارج کے ذریعے اپنے روحانی مقناطیسیت بناتے ہیں سٹروک میتھرڈ کی شکل میں لوگ ان کے ساتھ مس ہوتے ہیں ان سے محبت اور اتباع کا تعلق استوار کرتے ہیں۔ ان کے نقش قدم پر چل کر ان کے ساتھ ملحق ہوجاتے ہیں اور محبت کے ذریعے قلبی لگاؤ کے ذریعے متصل ہوجاتے ہیں۔ ان میں ان کا فیض منتقل ہوتا ہے۔ روحانی فیض منتقل ہونے کی وجہ سے روحانی مقناطیسیت ان میں آجاتی ہے اس کو قرآن نے بیان کیا:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ. (الکهف، ۱۸: ۲۸)

''(اے میرے بندے!) تو اپنے آپ کو ان لوگوں کی سنگت میں جمائے رکھا کر جو صبح و شام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اس کی رضا کے طلب گار رہتے ہیں (اس کی دید کے متمنی اور اس کا مکھڑا تکنے کے آرزومند ہیں)''۔

انہوں نے مقصود و مطلوب کے سارے بت فنا کردیئے ہیں اور جینے مرنے کا ایک ہی مقصد بنالیا ہے۔

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللهِ اَكْبَرُ. (التوبہ،۹:۷۲)

''اور (پھر) اللہ کی رضا اور خوشنودی (ان سب نعمتوں سے) بڑھ کر ہے''۔

فرمایا واصبر نفسك مع الذين اے بندے تو اپنی جان کو ٹکا اور جما کر ان کی صحبت میں رکھا کر۔ قرآن انسان کو انسان سے متعلق ہونے کا سبق دے رہا ہے جو صبح و شام اللہ کے ذکر میں فنا ہیں تو ان کی صحبت میں فنا ہوجا تو انکے تعلق میں مٹ جا۔ جم کر رہ جب جم کر رہے گا تو شراب عشق کے پیالے پورے میخانے جو ان کو عطا ہوئے ہیں تو کوئی جام تمہیں بھی عطا ہوجائے گا۔ اگر جام نہیں تو شراب معرفت کی کوئی بو ہی آجائے گی۔ کسی نے کیا خوب کہا کہ مستوں کے گرد گھوما کر اس لیے کہ شراب معرفت کا کوئی گھونٹ تمہیں بھی نصیب ہوجائے گا۔ کوئی بات نہیں اگر گھونٹ نہ ملا تو شراب عشق الٰہی کی بو تو مل جائے گی۔ ممکن ہے تمہیں زکام ہو، بو ہو مگر تمہیں محسوس نہ ہو تو پھر بھی تو اس سے محروم نہ سمجھ تو کم ازکم انہیں دیکھ تو لے گا۔

ان عاشقان الٰہی کا تک لینا بھی بڑی غنیمت ہے جو ان کی صحبت میں آتے ہیں کچھ نہ کچھ پا کر جاتے ہیں محروم نہیں لوٹتے''۔

وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ. (الکهف، ۱۸: ۲۸)

''تیری (محبت اور توجہ کی) نگاہیں ان سے نہ ہٹیں''۔

یہ عارف لوگ کی صحبت میں جمع اور نگاہیں ان کے چہروں پر جمائے رکھ۔ اگر تیری نگاہیں ان سے ہٹ گئیں تو دنیا کی زینت میں پھنس جائے گا۔ اے بندے تو دنیا کا طلب گار نہ بن آخرت کا بن، اے عاشق تو آخرت کا طلب گار نہ بن آخرت والے مولا کا طلب گار بن۔

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا. (الکهف، ۱۸: ۲۸)

''اور تم اس شخص کی اطاعت (بھی) نہ کرو جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کردیا ہے۔''

قرآن مجید جابجا بندوں کو بندوں کے پیچھے چلتے

بندوں سے متعلق ہونے، بندوں کو بندوں کی صحبت میں جا بیٹھنے بندوں کو بندوں کے مکھڑے کو تکنے کی بات کررہا۔ یہ سڑوک میتھرڈ ہے اس سے فیض منتقل ہوتا ہے۔ آج کی دنیا، سائنس اور آلات سپر الیکٹرو میگنٹ کے ذریعے چل رہے ہیں۔ اس الیکٹرو میگنیٹک میں تین چیزیں توجہ طلب ہیں کسی میٹریل کی تاریں ہوتی ہیں ان میٹریل پر اتنی محنت کی جاتی ہے وہ ساری الیکٹریکل مزاحمت ہوتی ہے وہ ان کی ختم کردی جاتی ہے۔ اس کو روحانیت کے باب میں تزکیہ کہتے ہیں۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی. (الاعلیٰ، ۸۷: ۱۴)

''بے شک وہی بامراد ہوا جو (نفس کی آفتوں اور گناہ کی آلودگیوں سے) پاک ہوگیا''۔

سپر الیکٹرو میگنیٹک فیڈ کے لیے جو بجلی کے چارج کے خلاف مزاحمت تھی اس کو ختم کرنے پر محنت کی جاتی ہے۔ صوفیاء اطاع الٰہی کے خلاف جو نفس میں مزاحمت ہے اسے ختم کرنے پر محنت کرتے ہیں۔

وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی. (الاعلیٰ، ۸۷: ۱۵)

''اور وہ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور (کثرت و پابندی سے) نماز پڑھتا رہا''۔

نفس کی کثافتوں کو دور کرتے ہیں روزے رکھتے ہیں، عبادت کرتے ہیں، شب کی سجدہ ریزیاں کرتے ہیں، ریاضات کرتے ہیں، نفس کی کثافتوں کو، کدورات کو، رزائل کو ختم کرکے اپنے آپ کو مذکیٰ و مصفٰی کرتے ہیں تاکہ اطاعت الٰہی، قرب الٰہی، معرفت الٰہی کا نور ان کے اندر اتر سکے اور جاگزیں ہوسکے۔ دوسری شرط یہ ہے جب کوئل ٹھنڈا ہوتا ہے اس کو اتنا ٹھنڈا کرتے کہ وہ منفی 269 سینٹی گریڈ پر چلا جاتا ہے تو الیکٹرک چارج زیادہ سے زیادہ کرنٹ کو اپنے اندر سما سکتا ہے۔ صوفیاء تزکیہ کے ذریعے نفس کی کثافتوں کو دور کرتے ہیں پھر وہ تصفیہ کرتے ہیں پھر اپنے اندر سے غصہ، تکبر، حسد و عناد، بغض و کینہ کو نکال دیتے ہیں۔ وہ ساری چیزیں جو فیض کو لینے میں رکاوٹ ہیں۔

وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ. (آل عمران، ۳: ۱۳۴)

''اور غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں سے (ان کی غلطیوں پر) درگزر کرنے والے ہیں، اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے''۔

وہ بے نفس ہوجاتے ہیں پھر کرنٹ لینے کے قابل ہوتے ہیں اس کو ہوائے نفس کی نفی کہتے ہیں۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی. (النازعات، ۷۹: ۴۰)

''اور جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور اُس نے (اپنے) نفس کو (بری) خواہشات و شہوات سے باز رکھا''۔

نفس جب ہوا سے خالی ہوگیا تو فیضان الٰہی لینے کے قابل ہوگیا۔ اس مقام پر پہنچ کر پھر وہ چارج ان میں آتا ہے پھر وہ سپر الیکٹرو میگنٹ بنتے ہیں پھر وہ دنیا میں سائنسی کائنات میں کرامات صادر ہونے لگتی ہیں۔ صوفیاء کا نفس رزائل سے پاک ہوکر فیضان الوہیت و رسالت کو اپنے اندر جذب کرتے ہیں پھر وہ چارج ہوتے ہیں پھر وہ اولیاء اس مادی کائنات میں جس طرح نگاہ اٹھاتے ہیں۔ ان کے وجود سے کرامات کا ظہور شروع ہوجاتا ہے پھر وہ سپر کنڈکٹنگ میگنٹ بن جاتے ہیں۔ آج ایکسرے مشینوں میں استعمال ہورہے ہیں مریض کو میگنیٹک فیلڈ کے سامنے لٹا دیتے ہیں۔ یہ سپر کنڈکٹنگ میتھرڈ اس کے اندر پروسس ہوتا ہے جسے نیوکلیر میگنگ ریزولس کہتے ہیں یہ پروسیسر کام کرتا ہے اس پروسیس سے ننگی آنکھ اس جسم کی پردے کے اندر کیا ہے نہیں دیکھ سکتی مگر اس پروسس کے سامنے پردہ اٹھادیا جاتا ہے۔ کشف ہوتا ہے پھر دل کے اندر کیا؟ اس کی تصویر آتی ہے سینے پر کیا کیا داغ ہے؟ اس کی تصویر آتی ہے الٹرا ساؤنڈ آنے لگتے ہیں ساری چیزیں جو ننگی آنکھ کے لیے غیب تھیں اس سکینر کے لیے آشکار کردی جاتی ہیں۔ جو لوگ ابھی پردوں میں ہیں جنہوں نے ابھی تزکیہ و تصفیہ کی راہ نہیں دیکھی وہ یہی کہتے رہتے ہیں کہ ابھی پردہ ہے۔ دکھائی نہیں دے سکتا اور جن کے پروسیس جاری ہوجاتے ہیں۔ ان کے سامنے بصورت کشف پردے اٹھا دیئے جاتے

ہیں۔ وہ جہاں بیٹھ کر توجہ کرتے ہیں ہزار ہا میل کے کشف ہوتے ہیں۔ اندر کی چیزیں ان پر آشکار ہوتی ہیں۔ یہی پروسس میگنیٹک فورس اور فیلڈ کا ہے بجلی کے ذریعے اس میں حرارت پیدا ہوتی ہے۔ یہ حرارت میں بھی منتقل ہوتا ہے یہ لائٹ میں بھی منتقل ہوتا ہے اس سے بجلی بھی، روشنی بھی بنتی ہے یہ مکینیکل انرجی میں بھی منتقل ہوتا ہے جب مکینیکل انرجی آتی ہے جو جسم مردہ کی مانند ساکن پڑے ہوتے ہیں موو کرنے لگتے ہیں۔ ایک کھلونا لگائیں، ایک گڑیا لائیں اس میں بیٹری چارج ہوتی ہے تو گڑیا مردہ کی مانند ہے، پلاسٹک کا کھلونا ہے جس کے چلنے کا کوئی سوال نہ تھا۔ اس بیٹری کے ڈالنے سے وہ کھلونا چلنے لگتا ہے۔ ہے تو وہ مردہ جسم جن میں وہ اعضاء پیدا نہیں کیے تھے وہ چل سکے لیکن اس پروسیسر کے ذریعے اس کو زندہ بنادیا جس طرح اس مادی دنیا میں انرجی کا نظام تن مردہ کو تن زندہ بناتا ہے اس طرح جب اولیاء کرام کی روحانیت جب اپنے پروسیس میں آتی ہے تو وہ تن مردہ کو تن زندہ بنادیتی ہے جس پر ولی کی نظر پڑ جاتی ہے وہ دل زندہ ہوجاتا ہے جو مردہ ہوکر صحبت اولیاء میں آتے ہیں تو اس صحبت سے مردہ دل زندہ ہوتے ہیں اور غافل دل ذاکر ہوتے ہیں۔

اس طرح قرآن گواہ ہے موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے مچھلی کاٹ کر تل لی ناشتے کے طور پر تیار کرلی۔ راستے پر مرج البحرین پر پہنچے جہاں حضرت خضر علیہ السلام رہتے تھے۔ قرآن میں ہے کہ پتہ نہیں بتایا گیا تھا بلکہ نشانی بتائی گئی تھی۔ فرمایا یوشع تلی ہوئی مچھلی لاؤ تاکہ سالن کھالیں اس وقت یوشع بن نون کو یاد آیا حضرت جہاں دو دریا مل رہے تھے وہاں وہ مردہ مچھلی زندہ ہوکر بھاگ گئی تھی۔

فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا. (الکہف، ۱۸: ۶۱)

’’پس وہ (تلی ہوئی مچھلی زندہ ہو کر) دریا میں سرنگ کی طرح اپنا راستہ بناتے ہوئے نکل گئی‘‘۔

اب موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ . (الکہف، ۱۸: ۶۴)

جہاں مردہ مچھلی زندہ ہوگئی تھی ہم اسی کی تلاش میں نکلے تھے۔

فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا. (الکہف، ۱۸: ۶۴)

دیکھتے دیکھتے پلٹے اس جگہ پہنچے جہاں پانی اور ہوا کی تاثیر یہ تھی کہ مردہ مچھلی کو زندگی مل گئی جب اس مقام پر پہنچے تو قرآن کہتا ہے:

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا. (الکہف، ۱۸: ۶۵)

’’جہاں مچھلی کو زندگی مل گئی تھی جب اس مقام پر پہنچے اس مقام پر ہمارے بندے کو پالیا جنہیں ہم نے اپنی خاص رحمت دی تھی اور خاص علم سے نوازا تھا‘‘۔

سائنسی حوالے سے بات یہ ہے جب چارج بڑھتا ہے تو موت زندگی میں بدلنے لگتی ہے۔ اللہ کا ولی جس جگہ قیام کرتا ہے وہاں کی ہوائیں اور فضائیں۔ اس کے سانس کی برکت سے اور اس کے وجود کے اثر سے وہ بھی حیات بخش ہوجاتی ہیں۔ ولی کا وجود ایک زندگی دیتا ہے کئی ایسے ہیں جو حیات بخش نہیں بلکہ گنج بخش ہوجاتے ہیں جہاں کوئی آتا ہے دلوں کو زندگی ملتی ہے نابینوں کو نظر ملتی ہے، مردوں کو زندگی ملتی ہے، دوری والوں کو قرب، جاہلوں کو علم ملتا ہے، فاسقوں کو ہدایت ملتی ہے، کافروں کو ایمان کا نور ملتا ہے۔ جبکہ طلبگاروں کو خدا ملتا ہے وہاں پر خزانہ پایا جاتا ہے۔ حیات بخش اور گنج بخش۔ یہ اولیاء کا مقام ہے بڑے بڑے اولیاء اپنے ساتھ ایک ایک خزانہ رکھتے ہیں۔ کوئی ایک رکھتا ہے کوئی تین مگر حضور داتا گنج بخشؒ کو اللہ رب العزت نے بہت سے خزانے دیئے جس کی وجہ سے خواجہ اجمیرؒ نے انہیں گنج بخش کہا اور جگہوں پر عام سائل جاتے ہیں یہاں آقا جاتے ہیں اور جگہوں پر لینے والے جاتے ہیں ان کی بارگاہ میں خود دینے والے جاتے ہیں اور جگہوں پر وہ جاتے ہیں جن بننا ہوتا ہے ان کے بارگاہ میں وہ آتے ہیں جن کو بنانا ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں آپ کی ذات اور مرکز سے اپنا قلبی اور روحانی تعلق استوار کرنے اور اس سلسلہ فیض سے خیرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت زینبؑ گلشن علیؑ و فاطمہؑ کا تیسرا پھول

حضور نبی اکرم ﷺ حضرت زینب سلام اللہ علیہا سے بہت پیار کرتے تھے

بی بی زینبؑ امام حسینؑ کی قربت کی بناء پر امت کے اسرار و رموز کی مخزن تھیں

زینب عالیہؑ نے یزید ملعون کے دربار میں استقامت کو برقرار رکھا

ڈاکٹر فرخ سہیل

حضرت علیؑ و فاطمہؑ کے گلشن اقدس کا تیسرا پھول جناب زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا ہیں علیؑ و بتولؑ کی بڑی صاحبزادی، حسنؑ و حسینؑ کی خواہر گرامی اور سب سے عظیم الشان تعارف کی محل کہ آپ سرور کائنات رحمۃ للعالمین کی عظیم نواسی ہیں کہ جو اپنے نانا کے دین کو بچانے کے لیے دی جانے والی عظیم قربانی کا حصہ دار بنیں ایک روایت کے مطابق جناب زینب کبریٰ کی ولادت ۵ ہجری میں ہوئی۔ مدینہ منورہ میں جناب علی علیہ السلام اور فاطمہؑ زہرا کے گھر میں ہر طرف خوشی وانبساط کا سماں تھا کہ جب جناب رسول خدا سفر سے واپس تشریف لائے تو نومولود کو دیکھنے کے لیے خانہ زہرا میں پہنچے بچی کو گود میں لے کر پیار کیا اور شہزادی کا نام زینب رکھا۔ نام رکھنے کے بعد حضور ﷺ غمناک اور رنجیدہ ہوگئے۔ جب آپ سے گریہ کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ

''یہ دختر بے انتہا شدائد و مصائب سے دوچار ہوگی''۔

آنحضرت ﷺ جناب زینب سے بہت پیار کرتے تھے شاید ہی کوئی دن ایسا گزرتا کہ جس دن آپ شہزادی سے ملنے کے لیے تشریف نہ لاتے۔ بچی کو اپنی گود میں بٹھاتے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنی پیاری نواسی کو پند و نصائح کرتے۔ جناب زینب کو بھی اپنے نانا سے بہت محبت تھی اور وہ بھی اپنے عظیم نانا کی زیارت کا بہت شوق رکھتی تھیں۔ فراغت کے اوقات میں زیارت محبوب خدا سے فیضیاب ہوئیں۔ زینب عالیہ نے ایسے پرنور ماحول میں پرورش پائی جو مرکز نزول وحی اور نزول برکات کا محور تھا۔ اکثر اپنے نانا سے درس آموزی کرتیں۔ مسائل دینی سے آگاہی، عبادت و زہد و تقویٰ اور تحمل و برداشت کے ساتھ ساتھ فرض شناسی اور صراط مستقیم کے اصولوں سے بہرہ مند ہوتیں۔ لہٰذا جو دروس اور پند و نصائح بی بی نے اپنے نانا سے بچپن میں اخذ کیے تھے تمام زندگی آپ کے دل و دماغ پر ان کا غلبہ رہا یہاں تک کہ روز عاشورہ اور اس کے بعد بی بی کے کردار و عمل سے ان کی بھرپور عکاسی ہوتی رہی۔

نانا محمد مصطفی ﷺ کے ساتھ ساتھ عظیم والد گرامی علی مرتضیٰؑ اور جناب فاطمہ زہراؑ جیسی والدہ محترمہ کی یہ عظیم دختر اپنے دو بھائیوں کے بعد دنیا میں تشریف لائی تھیں گھر کی پہلی اور واحد دختر ہونے کی وجہ سے گھر میں اہم ترین اور عزیز ترین مقام پایا، تمام کنبے والے آپ کی بہت عزت و توقیر کرتے تھے۔ آپ کے دونوں برادر محترم حسنؑ و حسینؑ بھی اپنی ہمشیرہ سے بہت محبت کرتے تھے۔

سیدہ زینب کا شمار ان عظیم الشان ہستیوں میں ہوتا ہے جن کو پاکیزہ ماحول حاصل ہوا۔ اپنی حیات طیبہ کی ابتدائی منازل بی بی نے اس پاک و طاہر گھرانے میں طے پائیں۔ جب ثانی زہرا بلوغت کو پہنچیں تو آپ کی شادی حضرت عبداللہ

ابن جعفر طیار سے ہوگئی تو آپ نے اپنے گھر کی تشکیل فرمائی۔ بی بی کے لیے گھر میں ہر قسم کا سامان آرام و آسائش موجود تھا خدام مقرر تھے لیکن سیدہ فاطمہ کی بلند و عالی وقار بیٹی نے اپنے آپ کو عیش و آرام کا عادی بنانے کی بجائے دوسروں کی امداد و دستگیری اور خدمت خلق کا ذمہ اٹھالیا اور اپنی ذات کو دوسروں کی خدمت و نگہبانی کے لیے وقف کردیا۔ اپنے شوہر کے تفویض کردہ اختیارات کی بنا پر ستم رسیدہ، کمزور اور غرض مندوں کی امداد کرتیں۔ آپ کے درعنایت سے کبھی کوئی خالی ہاتھ نہ لوٹا۔ اس تمام خدمتگاری کے علاوہ اپنے زمانے کی خواتین کی ہدایت و رہنمائی کا سلسلہ بھی جاری و ساری رکھا۔ آپ کے مکتب علم سے لاتعداد خواتین نے استفادہ کیا۔

زینب کبریٰ شجاعت و دلیری و بہادری کا مجسمہ تھیں۔ وہ قوی حوصلہ اور عظیم ہمت کی حامل خاتون تھیں کہ دربار یزید میں جس اسلوب و انداز سے آپ نے گفتگو فرمائی وہ آپ کی قوت قلب و استقامت فکر کی روشن و محکم دلیل ہے

جب امیرالمومنین علی المرتضیٰؓ نے کوفہ کو دارالخلافہ بنایا تو جناب زینب بھی اپنے شوہر نامدار جناب عبداللہ کے ساتھ مع اولاد کوفہ تشریف لے آئیں اور کوفہ کی خواتین کو معاملات دین میں کسب علم کا موقع فراہم کرتی رہیں، کوفہ میں ثانی زہراء جناب زینب کا در اطہر نہ صرف محتاج خواتین کی پناہ گاہ تھا بلکہ تفسیر قرآن کا مرکز بھی تھا۔ آپ کوفہ کی خواتین کو تفسیر قرآن کا درس دیا کرتیں یہاں تک کہ خود امیرالمومنین بھی بسا اوقات اپنی دختر کے عمل تدریس کو ملاحظہ کرنے اور بہت سے مسائل میں آپ کو مزید بہرہ مند کرتے۔ المختصر کہ اس زمانے میں علی المرتضیٰؓ کی عظیم مملکت کے لیے سیدہ زینب جیسی صالحہ، مظہر عفت و عصمت، ایک ہمہ صفت معلّمہ اور جامعہ صفات کی حامل خاتون کی موجودگی باعث برکت اور باعث افتخار تھی۔

حصول علم کے سلسلے میں جناب زینبؑ کا دامن پیغمبر اکرمﷺ اور آئمہ طاہرین علی مرتضیٰ اور حسنؑ و حسینؑ کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ آپ مقام وحی کے ساتھ متصل تھیں لہذا علوم و معارف کے حوالے سے آپ کا میدان علم چشمہ خدائے لایزال سے سیراب ہورہا تھا۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا اخلاق حمیدہ کے اس مقام پر فائز تھیں کہ جس مرتبے پر ان کی مادر گرامی کے علاوہ کوئی خاتون متمکن نہیں ہوسکتی تھی، بی بی زینب نے یہ تمام صفات اپنی والدہ محترمہ سے وراثت میں حاصل کی تھیں، آپ کی مادر گرامی کے علاوہ مقام اخلاق میں کوئی خاتون ان کی ہم پلہ دکھائی نہیں دیتی تھیں۔ فطری پاکیزگی، روحانیت و وجدان میں آپ سے بڑھ کر کوئی نہ تھا کیونکہ آپ چادر تطہیر کے سائے میں پلی بڑھی تھیں۔ لہذا جناب زینب اخلاق میں اس مقام پر تھیں کہ جو اخلاص کا مظہر تھا۔ آپ کے تمام اعمال و افکار دکھاوے کے لیے نہیں تھے بلکہ خلوص و ایمان کا مظہر تھے۔ بی بی نے جو بھی عمل سرانجام دیا وہ قبولیت پروردگار کے لیے خالص تھا۔ آپ کے معمولی سے معمولی عمل میں نفاق کا شائبہ تک نہ تھا اور ہو بھی کیسے سکتا تھا خانودہ عصمت و تقویٰ میں ظاہر داری کس طرح ممکن ہوسکتی تھی کیونکہ آپ نے بزرگی و عصمت جناب علی مرتضیٰ سے ورثہ میں پائی تھی اسی لیے آپ کا رتبہ آسمان کی رفعتوں تک جاپہنچا۔ آپ کی ذات میں فاطمہ زہراءؑ کے وقار و شکوہ کی جھلک نظر آتی تھی۔ صبر و استقلال اپنے بڑے بھائی امام حسنؑ مجتبیٰ سے اخذ کیے اور شجاعت و بہادری اور جرات و سرفروشی اپنے دوسرے بھائی امام حسینؑ سے حاصل کیں۔

زینب عالیہ اپنے بھائی امام حسینؑ کی قربت کی بنا پر امت کے اسرار و رموز کی مخزن تھیں کیونکہ نور امامت وہ نور درخشندہ ہے جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے روشنی حاصل ہوتی ہے۔ آپ اسی علم و اخلاق کی وارث تھیں جس میں جناب فاطمہ زہراؑ کی دانائی اور عظمت و روحانیت کے آثار نظر آتے ہیں۔ جناب زینب کی یہ حیثیت خواتین عالم کے لیے ایک درس

ہے جو یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ آپ کی سیرت سے بہرہ مند ہوں۔ ریاضت اور طلب مغفرت خدا کے لیے سعی کریں اور اس ریاضت میں ریاکاری اور منافقت کا شائبہ تک نہ ہو کیونکہ جناب سیدہ طاہرہ اور ان کی دختر جناب زینب کی ریاضت و عبادت خواہشات نفسانی سے مبرا و منزہ تھیں اور خواہشات نفسانی کی پیروی میں اس مقام شوکت و رفعت کا حصول بھی ممکن نہیں جن پر جناب زہرا اور ثانی زہرا متمکن تھیں۔

جناب زینب عالیہ وہ عظیم و بے مثال خاتون تھیں کہ جن کی عظمت و شان کے تمام اہل علم معترف ہیں۔ آپ امام حسینؑ کے بعد حرم امام کی مکمل طور پر سربراہ تھیں۔ واقعہ کربلا میں آپ تنہا خاندان رسالت و امامت کی کفیل اور امام سجاد علیہ السلام کی محافظ تھیں اور بعد شہادت امام عالی مقام آپ نے اس قدر مصائب و آلام برداشت کیے لیکن ان تمام حالات میں آپ صبر و رضا کا پیکر بنی رہیں۔ بی بی خود اسیر تھیں دشمن کے قبضہ میں تھیں لیکن تمام قیدیوں کی سرپرست تھیں۔ بھوکی پیاسی ہوکر قیدی بچوں کے لیے دست نیاز پھیلائے رہتیں وہ آپ ہی سے کھانا مانگتے۔ روتے تو آپ کے دامن میں پناہ حاصل کرتے اور بی بی زینب جو کہ خود ایک ایسی خاتون تھیں جو ظالموں کے تازیانوں سے چور چور تھیں زخم خوردہ تھیں اپنے عزیزوں کی درد ناک شہادت کا غم سینے پر لیے ہوئے تھیں اتنی مجبور و بے بس تھیں کہ اپنے شہدا کی لاشوں کو بے کفن ہی چھوڑ آئیں انہیں اپنے پیاروں کے جنازے اٹھانے کی اجازت نہ مل سکی یہاں تک کہ دشمن نے ان شہداء کی لاشوں کو گھوڑوں سے پامال کردیا شہدا کے سروں کو نیزوں پر بلند کرکے خیام اہل بیت کو جلاکر برباد کردیا۔ بیمار بھتیجے امام زین العابدین کے نیچے سے بستر تک کھینچ لیا گیا ان جلتے ہوئے خیام میں صرف چند خواتین اور بچوں کے سوا کچھ نہ بچا تھا لیکن یہ باہمت علی کی بیٹی ان سب کے لیے ڈھال بن گئی۔ زینب کبریٰ شجاعت و دلیری و بے باکی کا مجسمہ تھیں۔ وہ قوی حوصلہ اور عظیم ہمت کی حامل خاتون تھیں کہ دربار یزید میں جس اسلوب و انداز سے آپ نے گفتگو فرمائی وہ آپ کی قوت قلب و استقامت فکر کی روشن و محکم دلیل ہے۔

جناب زینب کے کمالات اور قوت روحانی کے ساتھ ساتھ آپ کا معیار و جذبہ عزت نفس بھی بے مثال ہے۔ جب سیدہ زینب کو ابن زیاد ملعون کے دربار میں لے جایا گیا تو آپ ایک غیر معروف خاتون کی طرح ایک گوشے میں بیٹھ گئیں۔ دیگر قیدی خواتین نے آپ کو گھیرے میں لے لیا۔ ابن زیاد ملعون نے پوچھا کہ یہ کون ہیں تو اسے بتایا گیا کہ یہ زینب بنت علیؑ ہیں آپؑ نے اس ملعون کے سامنے پہاڑ کی استقامت کا مظاہرہ کیا کہ اس ملعون کا غرور خاک میں مل گیا۔ ابن زیاد نے مخدومہ کونین کو غصے میں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں رسوا کیا، قتل کیا اور تمہارے دروغِ کذب کو ظاہر کردیا۔۔۔ سیدہ زینب عالیہ نے فرمایا۔

حمد ہے اس پروردگار کی جس نے ہمارے رسول کی طرف سے ہمیں عزت بخشی ہمیں ہر قسم کے رجس و ناپاکی سے پاکیزہ قرار دیا اور جو شخص بھی اپنے فسق و فجور کے باعث رسوا ہوتا ہے یا فجور کی وجہ سے جھوٹ بولتا ہے وہ ہمارے علاوہ ہے۔ ہمارا غیر ہے اور اس بات پر ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

زینب عالیہ نے یزید ملعون کے دربار میں بھی اپنی اسی استقامت اور استقلال کو برقرار رکھا درحقیقت اس اسیری کے سفر میں جو واقعات کوفہ و شام میں پیش آئے وہ اس قدر شدید تھے کہ کوئی بھی شخص اپنے اعتدال و توازن کو کھوسکتا تھا لیکن علی کی شجاع بیٹی نے ان تمام صعوبتوں کے صدموں میں اپنے حوصلے کو قائم رکھا۔ سیدہ زینب قوی و پر زور قوت ارادی کی مالک تھیں اور اپنے اس قوی ارادہ کو راہ خدا میں بروئے کار لاتی رہیں۔ انسان کی قوت ارادی اس کی روحانیت سے براہ راست متعلق ہوتی ہے چنانچہ اس مقام پر بھی بی بی زینب ہمیں ایسی شجاع اور قابل تقلید خاتون کے طور پر نظر آتی ہیں کہ جنہوں نے خوف و وحشت اور اضطراب و اضطرار میں بھی پروردگار عالم سے لو لگائی۔ ثانی زہرا کی قدرت کلام و خطابت، آپ کی جرات و توانائی و بزرگی کی حقیقت یہی تھی کہ آپ نے اپنے پروردگار کے

سامنے مکمل خودسپردگی کرتے ہوئے اسیری کی مشکلات و مصائب کو تحمل و برداشت سے جھیلا آپ نے بغیر احساس نقاہت۔ مدینہ سے مکہ، مکہ سے کربلا اور کربلا سے کوفہ و شام کے جاں فرسا سفر کو طے کیا۔ پروردگار کی رضا کی خاطر ان تمام مصائب و آلام کو برداشت کرتے ہوئے اپنے بھائی کی شہادت کے مقصد کو زندہ رکھا۔ آپ کے ایمان و اعتقاد میں کسی قسم کی لچک نہیں آئی حالانکہ آپ کو سنگین روحانی صدمات کا سامنا تھا لیکن چونکہ آپ کا مقصد زندگی خدائے لا یزال کی خاطر مقرر کیا گیا تھا۔ اس لیے آپ کے پائے استقلال میں کسی قسم کی لرزش نہ آئی کیونکہ آپ جانتی تھیں کہ پروردگار اس بات کا شاہد ہے اور وہ آپ پر آنے والی تمام مصائب کو دیکھ رہا ہے جو آپ کو اس کی راہ میں اٹھانے پڑ رہے ہیں۔

زینب عالیہ اپنے بھائی امام حسینؑ کی قربت کی بنا پر امت کے اسرار و رموز کی مخزن تھیں کیونکہ نور امامت وہ نور درخشندہ ہے جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے روشنی حاصل ہوتی ہے۔ آپ اسی علم و اخلاق کی وارث تھیں جس میں جناب فاطمہ زہراؑ کی دانائی اور عظمت و روحانیت کے آثار نظر آتے ہیں۔ جناب زینب کی یہ حیثیت خواتین عالم کے لیے ایک درس ہے جو یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ آپ کی سیرت سے بہرہ مند ہوں۔ ریاضت اور طلب مغفرت خدا کے لیے سعی کریں اور اس ریاضت میں ریاکاری اور منافقت کا شائبہ تک نہ ہو

سیدالشہداء کے شہید ہوتے ہی ثانی زہرا کا جہاد شروع ہوگیا۔ جہاں سے ایک بڑے جہاد کی ابتدا ہوتی ہے۔ وہ جہاد خونِ ناحق کی اشاعت اور پیغام کا، ثانی زہرا کے ذمہ اب یہ قرض تھا کہ واقعہ کربلا کو تاریخ کے صفحات تک پہنچائیں اور مستقلاً اس واقعہ کو اوراق پر ثبت کردیں اگرچہ دشمن نے ان واقعات کی تفصیلات رقم کرنے کے لیے ملازم مقرر کیے ہوئے تھے لیکن ان کی یہ کارکردگی بے کار ثابت ہوئی کیونکہ زینب علیہا السلام نے ان کے تحریر کردہ واقعات ونقوش کو حرف غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیا۔

جناب زینب نے کوفہ و شام کے لوگوں کا باور کرایا کہ اس دور میں حکومت کی باگ دوڑ ایسے لوگو ں کے ہاتھوں میں ہے جو دین سے منحرف ہیں۔ اسلام پر وہ لوگ حکمران ہیں جو دین کے تقدس کو پامال کررہے ہیں۔ عوام الناس کو خبردار کیا کہ یہ افراد شراب نوشی اور ناپاک افکار کو پھیلارہے ہیں یہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اسلامی حکومت کی سربراہی ان کے سپرد کی جائے۔ دربار یزید اور ابن زیاد کے دربار میں ثانی زہرا نے یہ واضح کردیا کہ یزید کے اعمال عدل و انصاف کے متصادم ہیں۔ اس نے اپنے گھر کی عورتوں کو تو پردہ میں رکھا ہے اور رسول زادیوں کو ننگے سر بازاروں اور درباروں میں پیش کیا جارہا ہے۔ الغرض جناب زینب نے اپنی اسیری پر پڑے ہوئے جہل و مکرو فریب کے دبیز پردوں کو چاک چاک کردیا جو حکومت وقت نے لوگوں کی عقلوں پر ڈال رکھے تھے۔ آپ نے یزید کے شرمناک افعال بلکہ کفر کو بے نقاب کرکے رکھ دیا۔ عوام الناس نے علی کی بیٹی کے دلیرانہ خطبات کو جب سنا تو انہیں معلوم ہوا کہ امام عالی مقام کی شہادت کیونکر ہوئی اور اس کا مقصد کیا تھا اور آج چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود امام حسینؑ کا پیغام زندہ ہے۔

قدم قدم پر چراغ ایسے جلا گئی ہے علی کی بیٹی
یزیدیت کی ہر ایک سازش پہ چھا گئی ہے علی کی بیٹی
نہ کوئی لشکر، نہ سر پہ چادر مگر نہ جانے ہوا میں کیونکر
غرور ظلم وستم کے پردے اڑ گئی ہے علی کی بیٹی
ابد تلک اب نہ سر اٹھا کے چلے گا کوئی یزید زادہ
غرور شاہی کو خاک میں یوں ملا گئی ہے علی کی بیٹی
(محسن نقوی)

☆☆☆☆☆

قائداعظم محمد علی جناحؒ عظیم رہبر

پاکستان قائداعظمؒ کی دیانت، محنت اور مستقل مزاجی کا ثمر ہے

قائداعظمؒ کرپشن، رشوت ستانی، بدعنوانی اور اقربا پروری کے سخت خلاف تھے اور ان سماجی برائیوں کو زہر قاتل سمجھتے تھے

ڈاکٹر عشرت افضل

بلاشبہ قوموں کی تعداد اور استحکام میں شخصیات کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ زندہ قوموں کا وجود ان کے عظیم قائدین کی قیادت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ گذشتہ صدی میں مسلمانوں میں ایسے بڑے بڑے لیڈر پیدا ہوئے جن کی نظیر آئندہ تاریخ شائد ہی پیش کرسکے ان لیڈروں نے اپنی انتھک محنت اور جدوجہد سے مسلمان قوم کو بیدار کیا۔ ان میں ملی احساس اور قومی جذبہ کو ابھار کر جدوجہد پر آمادہ کیا اور ان کے لیے سیاسی جدوجہد کا مقصد متعین کیا۔ ان کی صفوں سے انتشار ختم کرکے انہیں ایک جھنڈے تلے متحد و منظّم کیا اور دنیا کو دکھا دیا کہ خدا پر ایمان، خلوص نیت و کردار میں صدق و دیانت اور عزم صمیم سے ہر انفرادی اور اجتماعی دشواری پر غلبہ پایا جاسکتا ہے۔ ان لیڈروں میں قائداعظم محمد علی جناح کا نام گرامی سرفہرست ہے۔

برصغیر پاک و ہند کی سرزمین پر مسلمانوں نے برسوں حکومت کی لیکن مغلیہ سلطنت کے خاتمہ کے ساتھ ہی یہ خطہ بلا واسطہ انگریز کی غلامی کے نرغے میں آگیا اور مسلمان اپنے مقصد حیات سے غافل ہوتے گئے اسی وقت میں چند مسلمان شخصیات آگے بڑھیں اور مسلمانوں کی ڈوبتی کشتی کو اوج ثریا تک پہنچانے کا عزم بنالیا۔ انہیں شخصیات میں سے معتبر شخصیت حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ کی ہے۔

آپ 25 دسمبر 1876ء کو کراچی میں پیدا ہوئے آپ کے والد کا نام جناح پونجا تھا آپ کو چھ سال کی عمر میں مدرسے میں داخل کرادیا گیا۔ بنیادی تعلیم مکمل کرکے آپ اعلیٰ تعلیم کے لیے 1892ء کو انگلستان چلے گئے۔ 1896ء میں بیرسٹر ہوئے اور وطن کی راہ لی 1902ء میں وکالت کے لیے بمبئی تشریف لے گئے۔ آپ نے سخت مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے حوصلہ اور بہادری کے ساتھ کام کیا قائداعظم کچھ دیر دادا جی نور بھائی کے پولیٹیکل سیکرٹری بھی رہے۔

آپ نے دسمبر 1904ء میں بمبئی میں کانگرس کے بیسویں سالانہ اجلاس میں شرکت کرکے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ آپ مسلمانوں کے حقوق کے لیے ہمیشہ سرگرم

> **آپ نے قرار داد پاکستان کی منظوری 1940ء کے بعد سات سال کے قلیل عرصہ میں اس قدر جدوجہد اور تگ و دو کا مظاہرہ کیا کہ انگریز اور ہندو مجبور ہوگئے کہ مسلمانوں کے مطالبہ علیحدہ مملکت کو تسلیم کرلیا گیا یہ مشکل اور کٹھن مرحلہ صرف قائداعظم کی مدبرانہ قیادت اور کرشماتی شخصیت کی بدولت طے ہوا اور علامہ اقبال کا خواب جسے ہندو خام خیالی تصور کرتے تھے شرمندہ تعبیر ہوا اور پاکستان دنیا کے نقشے پر پہلی ریاست جو اسلام کے نام پر حاصل کی گئی کے طور پر ابھرا**

رہے۔ ابتدا میں قائداعظم کا رجحان آل انڈیا نیشنل کانگرس کی طرف زیادہ تھا اس وقت مسلم لیگ نوابوں کی جماعت تھی بمبئی میں وکالت کے پیشہ کے آغاز میں انہیں کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان دنوں عدالتی دلال روزانہ کی خدمت میں آ کر کہتے کہ اگر آپ ہمیں کل فیس کا آدھا دے دیں تو ہم زیادہ سے زیادہ مقدمات آپ کے پاس لائیں گے اس پر قائداعظم نے انہیں جواب دیا۔

''میں ایسا کبھی نہیں کروں گا ایسا کرنے سے مجھے بھوکا رہنا بہتر ہے''۔

قائداعظم عدالت میں اک خاص انداز سے کھڑے ہوتے پھر ایسا مونوکل آنکھ پہ لگاتے اورنہایت پراعتماد اسٹائل سے بحث کرتے اس دوران کمرہ عدالت میں مکمل خاموشی چھا جاتی۔ ایک مقدمہ کی سماعت کے دوران جج کے تنقید کرتے ہوئے کہا مسٹر جناح میں آپ کی آواز نہیں سن پارہا ذرا اونچا بولیں جواباً قائداعظم نے نہایت پروقار انداز میں فرمایا:

''میں بیرسٹر ہوں ایکٹر نہیں جج صاحب''

قائداعظم اولوالعزمی کی عظیم داستان ہے فاطمہ جناح اپنی کتاب ''میرا بھائی'' میں قائداعظم کی ہمت وشجاعت کا ایک واقعہ بیان کرتی ہیں کہ قائداعظم کی بیماری جب شدت اختیار کرتی جارہی تھی تو میں نے انہیں آرام کا مشورہ دیا جس پر انہوں نے کہا ''فاطمی کیا تم نے کسی جرنیل کو اس وقت رخصت پر جاتے دیکھا ہے جب اس کی فوج میدان جنگ میں اپنی بقاء کے لیے برسرپیکار ہو'' اس پر میں کہتی کہ مجھے آپ کی زندگی بہت عزیز ہے محمد علی جناح جواب دیتے کہ مجھے ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کی زندگی عزیز ہے۔

قائداعظم کی زندگی میں 1931ء سے 1940ء تک کا دور ایسا دور تھا کہ جس میں انہیں چوکھی سیاسی جنگ کا سامنا کرنا پڑا یہ وہی دور تھا جب کانگرسی راہنماؤں اور ہندوؤں نے کہنا شروع کردیا تھا کہ کانگرس ہی ہندوستان کی تمام قومیتوں کی برملا نمائندگی کرنے والی واحد جماعت ہے اور اقتدار حاصل کر کے حکومت بنانا بھی کانگرس کا حق ہے۔ اس کے ساتھ

''آج اسلام اصول زندگی کی سرگرمیوں میں ایسے ہی قابل عمل ہیں جیسا کہ 1300 سال پہلے تھے اسلام کی تعلیمات نے ہمیں جمہوریت کا درس دیا ہے۔ اسلام نے ہمیں انسانوں میں مساوات، عدل اور دوسروں سے بھلائی کرنے کا درس دیا ہے۔ ہم ان مقدس روایات کے وارث ہیں اور ان ذمہ داریوں اور فرائض کا پورا پورا ادراک رکھتے ہیں جو ہم ہر پاکستان کے مستقبل کے آئین بنانے کے سلسلہ میں عائد ہوتی ہے''۔

ساتھ ہندوؤں کا یہ فلسفہ بھی تھا کہ ہندو مسلم اتحاد ہی ملک کو آزاد کراسکتا ہے اور ملک کو تقسیم کرنے کی بجائے اس کی اکائی کو برقرار رکھا جائے۔

سازشوں کے اس دور میں قائداعظم نے برصغیر کے مسلمانوں کو مضبوط کیا اور انہیں ایک پراعتماد قوم بنانے کے لیے اتحاد، یقین اور نظم کا نعرہ لگایا۔

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے اپنے 1940ء کے خطبہ میں فرمایا ''حقیقت یہ ہے کہ دونوں مذاہب اسلام اور ہندومت صرف مختلف مذاہب نہیں بلکہ ایک دوسرے سے مختلف دو معاشرتی نظام ہیں۔ متحدہ قومیت اک ایسا خواب ہے جو کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا مسلمان اقلیت نہیں بلکہ ایک مکمل مستقل قوم ہیں اور ہندو قوم سے جداگانہ قومی تشخص رکھتے ہیں۔ اپنا ایک نظریہ حیات رکھتے اور اکثریتی آبادی والے مسلم علاقوں میں حق خود اختیاری کا حق رکھتے ہیں۔

آپ نے قرار داد پاکستان کی منظوری 1940ء کے بعد سات سال کے قلیل عرصہ میں اس قدر جدوجہد اور تگ و دو کا مظاہرہ کیا کہ انگریز اور ہندو مجبور ہوگئے کہ مسلمانوں کے مطالبہ علیحدہ مملکت کو تسلیم کرلیا گیا یہ مشکل اور کٹھن مرحلہ صرف

’’آپ کو قوم کے خادم کی حیثیت سے فرائض سرانجام دینے ہیں چونکہ سرکاری ملازم کسی سیاسی جماعت سے منسلک نہیں ہوتا ہے اس لیے اسے سیاست سے الگ رہ کر عوام کی خدمت کرنی چاہئے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آج اگر اس کا جھکاؤ ایک خاص پارٹی کی طرف ہے لیکن کل کوئی دوسری پارٹی برسراقتدار آجاتی ہے تو اس طرح اسے پریشانی اور مشکلات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ لہٰذا سرکاری افسران کو سیاست سے الگ رہ کر عوامی خدمت کار کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دینے چاہئیں۔

قائداعظم کی مدبرانہ قیادت اور کرشماتی شخصیت کی بدولت طے ہوا اور علامہ اقبال کا خواب جسے ہندو خام خیالی تصور کرتے تھے شرمندہ تعبیر ہوا اور پاکستان دنیا کے نقشے پر پہلی ریاست جو اسلام کے نام پر حاصل کی گئی کے طور پر ابھرا۔ بے شک پاکستان کا قیام قائداعظم کی جیتی جاگتی کرامت ہے۔ اس عظیم اسلامی ریاست کو حاصل کرنے کے بعد قائد نے واضح کردیا کہ پاکستان کا نظام اسلامی ہوگا اور فرمایا:

’’آج اسلام اصول زندگی کی سرگرمیوں میں ایسے ہی قابل عمل ہیں جیسا کہ 1300 سال پہلے تھے اسلام کی تعلیمات نے ہمیں جمہوریت کا درس دیا ہے۔ اسلام نے ہمیں انسانوں میں مساوات، عدل اور دوسروں سے بھلائی کرنے کا درس دیا ہے۔ ہم ان مقدس روایات کے وارث ہیں اور ان ذمہ داریوں اور فرائض کا پورا پورا ادراک رکھتے ہیں جو ہم ہر پاکستان کے مستقبل کے آئین بنانے کے سلسلہ میں عائد ہوتی ہے‘‘۔

آپ نے 25 مارچ 1940ء کو افسران کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

’’آپ کو قوم کے خادم کی حیثیت سے فرائض سرانجام دینے ہیں چونکہ سرکاری ملازم کسی سیاسی جماعت سے منسلک نہیں ہوتا ہے اس لیے اسے سیاست سے الگ رہ کر عوام کی خدمت کرنی چاہئے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آج اگر اس کا جھکاؤ ایک خاص پارٹی کی طرف ہے لیکن کل کوئی دوسری پارٹی برسراقتدار آجاتی ہے تو اس طرح اسے پریشانی اور مشکلات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ لہٰذا سرکاری افسران کو سیاست سے الگ رہ کر عوامی خدمت کار کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دینے چاہئیں۔

علاوہ ازیں آپ کو انصاف ایمانداری اور ثابت قدمی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے ان چیزوں پر عمل پیرا ہوکر آپ عوام کے دلوں میں ایسا بلند مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے جس طرح انتہائی مشکل حالات میں برصغیر کے مسلمانوں کی راہنمائی فرمائی اس کی مثال دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ آپ پاکستان کی آئینی بنیاد، اسلامی اصولوں کے عین مطابق رکھنا چاہتے تھے جس کے تحت ہر خاص و عام کو مذہبی آزادی حاصل ہو۔ قائداعظم دین اور سیاست کو ایک ساتھ لے کر چلنے کے حق میں تھے۔ آپ کرپشن، رشوت ستانی، بدعنوانی اور اقربا پروری کے سخت خلاف تھے اور ان برائیوں کو ریاست کے لیے زہر قاتل سمجھتے تھے آپ میرٹ اور قانون کی حکمرانی پر کامل یقین رکھتے تھے۔ قائداعظم دراصل ایسا پاکستان چاہتے تھے جہاں کسی قسم کی کرپشن انتہا پسندی، دہشت گردی نہ ہو۔ جہاں سرکاری ملازمین عوام کے خادم بنیں۔ افواج پاکستان سیاست میں مداخلت کی بجائے ملکی سرحدوں کی حفاظت کریں اور عوام کے منتخب نمائندے امور سلطنت کو چلانے میں خود مختار بنیں تاکہ ملک کی نظریاتی و جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ معیشت کو بھی مستحکم بنیادوں پر استوار کیا جاسکے اور ریاست کا ہر فرد خوشحال زندگی گزار سکے۔

☆☆☆☆☆

کشف المحجوب اور اہل بیتِ اطہارؑ کا مقام و مرتبہ

اہلِ بیت اطہارؑ سے محبت و مودت ایمان کی علامت ہے

اہلِ بیت اطہارؑ سے برکات حاصل کرنا اہل حق کا ابتدائے اسلام سے وطیرہ رہا ہے

"بس اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے اہلِ بیت! تم سے ہر قسم کے گناہ کا میل دور کر دے"

ڈاکٹر شفاقت علی بغدادی الازہری

حضرت داتا گنج بخش سید علی بن عثمان الہجویریؒ اہل بیتِ اطہار کے نفوس قدسیہ سے کمال درجے کی عقیدت و تعظیم رکھتے تھے اور نہ صرف عظمت و شان اور طہارت و پاکی کے معتقد تھے بلکہ انہیں طریقت وحقیقت کے امام و پیشوا مانتے تھے خود بھی گھرانہ مساوات کے روشن آفتاب ہیں۔ آپ کا سلسلہ طریقت بھی شیر خدا امام الاولیاء والاصفیاء علی بن ابی طالب سے ملتا ہے۔اہل بیت اطہار کی نسبت،محبت و مودت کے ذریعے آپ نے مقام رفیع حاصل کیاحتی کہ آپ کی شان کا بیان حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ یوں کرتے ہیں۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

محبت و مودت اور حب اہل بیت وہ عظیم تذکرہ ہے جس کا اللہ رب العزت نے حکم قرآن مجید میں حبیب مصطفیٰ ﷺ کو کچھ یوں فرمایا ہے۔

قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ وَمَن يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ (الشوری،۴۲: ۲۳)

فرما دیجئے: میں اِس (تبلیغِ رسالت) پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا مگر (اپنی اور اللہ کی) قرابت و قربت سے محبت (چاہتا ہوں)اور جو شخص نیکی کمائے گا ہم اس کے لئے اس میں اُخروی ثواب اور بڑھا دیں گے۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا قدر دان ہے۔

حضرت امام شافعیؒ محبت اہل بیت کا تذکرہ اپنے اشعار میں یوں کرتے ہیں

يَا آلَ بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ حُبُّكُمُ
فَرضٌ مِنَ اللَّهِ فِي القُرآنِ أَنزَلَهُ

اے رسول اللہ کی اولاد تمہاری محبت اللہ کی طرف سے فرض ہے اور(جس کا حکم) قرآن میں اس نے نازل فرمایا ہے۔

يَكفِيكُمُ مِن عَظِيمِ الفَخرِ أَنَّكُمُ
مَن لَم يُصَلِّ عَلَيكُم لا صَلاةَ لَهُ

تمہارے لیے اتنا فخر وعظمت ہی کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہے۔

امام شافعیؒ نے دوسرے مقام پر اپنی محبت و مودت اہل بیت کا یوں اعلان فرمایا:

إِن كَانَ رَفضاً حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ
فَليَشهَدِ الثَّقَلانِ أَنّي رافِضِ

اگر حب اہل بیت رافضیت ہے تو جن و انس گواہ ہو جائیں کہ پھر میں رافضی ہوں۔

حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت فاطمہ الزہرا کا خانوادہ، اولیاء اللہ اور نیکوں کے سرداروں کا خانوادہ ہے۔ جہاں پر شرف اور تمام فضیلتوں کا منتہی ہوتا ہے۔ یہ گھرانہ آئمہ کا ہے۔جنتی نوجوانوں کی سرداری ،اسی گھرانہ کے چشم و چراغ

حضرت امام حسن المجتبیٰ اورسید الشہداء حضرت امام حسین کو حاصل ہوئی ہے ۔جس کا ذکر امام ترمذی میں اپنی کتاب السنن میں بروایت حضرت ابوسعید خدریؓ نے کیا کہ

حضور نبی اکرمﷺ نے فرمایا:

"الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنة"

(سنن الترمذی ،رقم الحدیث:3768)

حسن اورحسین اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

تذکرہ آئمہ اہل بیت اور اس سے برکات حاصل کرنا اہل حق کا ابتدائے اسلام سے آج تک شیوہ اور وطیرہ رہا ہے۔اور تاقیام قیامت یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا ۔بااین وجہ انہوں نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں ان ائمہ اطہار کا تذکرہ انتہائی خوبصورت اور باوقار انداز میں رقم فرمایا ہے۔

شان سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کا تذکرہ:

آپ نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں ساتویں باب باب فی ذکر أئمتھم من الصحابة میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ صحابہ کرام یعنی خلفاء راشدین کے ساتھ کیا ہے۔

خلفائے ثلاثہ کا ذکر کرنے کے بعد آپ حضرت علی المرتضی کے بارے لکھتے ہیں:

و منھم برادر مصطفی، و غریق بحر بلا و حریق نار وَلا، و مقتدای اولیا و اصفیا، ابوالحسن علی بن ابی طالب، کرم اللّٰہ وجھہ

(ہجویری،علی بن عثمان،کشف المحجوب،لاہور،النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی ،طبع 1435ھ،ص:72)

اور انہی میں برادر مصطفیٰﷺ، غریق بحر بلا، حریق نارِ وِلا، مقتداء اولیاء واَصفیا ابو الحسن علی بن ابی طالب شیر خدا کرم اللہ وجہہ ہیں۔

تین خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم کے بیان کے بعد آپ نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ کے نامی گرامی کو جن القاب سے ادا کیا ہے وہ آپ کی شخصیت کے اہم اورعظیم پہلو بھی ہیں یعنی آپ ابتلاء وآزمائش میں تھےلیکن صبر واستقامت کا دامن کمزور نہ ہوا۔اسی طرح اولیاء واصفیاء خیرات طریقت و حقیقت سیدنا علی سے ہی حاصل کرتے ہیں۔

مزید برآں طریقت وحقیقت میں آپ کے مقام رفیع کو یوں درج فرماتے ہیں:

را انـدر ایـن طـریـق شـأنی عظیم و درجتی رفیع است و اندر دقت عبارت از اصول حقایق حظی تمام داشت

ان کی شان جادہ طریقت میں بہت ارفع واعلیٰ ہےاور بیان حقیقت میں ان کی باریک بینی بہت بلند ہے۔

یعنی آپ طریقت وحقیقت کے میدان کے پیشوا و مقتدی ہیں تمام اولیاء اور اصفیاء آپ کے در کی خوشہ چینی کرتے ہیں اور حضرت داتا گنج بخش سیدعلی بن عثمان ہجویری نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مقام اورمعرفت دقائق و حقائق کو بیان کرنے کے لیے آپ کے بارے میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ

"شیخنا فی الاصول والبلاء علی المرتضی"

اصول وآزمائش میں ہمارے شیخ علی المرتضیؓ ہیں۔

(ہجویری، کشف المحجوب،ص:72)

اصطلاح میں اصول سے مرادعلم تصوف وطریقت ہے۔

یاد رہے کہ مذکورہ بالا چند اقتباسات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم طریقت وحقیقت کے باب ہیں اور آپ خیرات حقائق و دقائق آقائے دوجہاں سے لے کر اولیاء امت میں تقسیم فرماتے ہیں:

حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان الہجویریؒ نے آٹھواں باب اہل بیت نبی کے عنوان سے باندھا ہے اور اس باب میں باقاعدہ تذکرہ اہل بیت سےقبل آپ نے ان مبارک ہستیوں سےمتعلق اپنے عقیدہ طاہرہ کو بیان فرمایا ہے اس باب کے مقدمہ میں آپ نے دوضروری چیزوں کی تصریح فرمائی ہے۔

ا۔طہارت اہل بیت نبیﷺ

یعنی اہل بیتِ نبی کی طہارت اللہ کی طرف سے ہے ۔اور یہ مقدس ہستیاں کامل ہیں اور مشائخ طریقت کی امام بھی ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان الہجویریؒ اہل

بیت کی طہارت کے بارے میں یوں رقمطراز ہوتے ہیں:

واھل بیت پیغمبرﷺآنان کہ بطھارت ازلی مخصوص بودند

(ہجویری، کشف المحجوب، ص:73)

اہل بیت اطہار وہ پاک ہستیاں ہیں کہ ان کی پا کی ازلی ان کی ذات کے واسطے مخصوص ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا" سورۃ الاحزاب،۳۳: ۳۳)

بس اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے (محمدﷺ کے) اہلِ بیت! تم سے ہر قسم کے گناہ کا میل (اور شک و نقص کی گرد تک) دُور کر دے اور تمہیں (کامل) طہارت سے نواز کر بالکل پاک صاف کر دے۔

۲۔طریقت وحقیقت کی امامت:

مشائخ طریقت کی امامت کا بیان کرتے ہوئے صراحت یوں فرماتے ہیں:

ھر یکی را اندر این معانی قدمی تمام بوده است و جمله قدوه این طایفه بودند از خاص و عام

(ہجویری، کشف المحجوب، ص:73)

اور ان میں سے ہر ایک طریقت میں کامل اور مشائخ طریقت کے امام ہیں اور جملہ خاص و عام کے قدوہ ہیں

حضرت امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام:

حضرت داتا گنج بخش حضرت امام حسن المجتبی علیہ السلام کے مسائل تصوف پر کامل دسترس کے حوالے سے اور طریقت میں مقام و مرتبہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

منهم: جگربند مصطفی و ریحان دل مرتضی، و قرّة عین زهرا، ابومحمد الحسن بن علی، کرّم اللّه وجهه۔ وی را اندر این طریقت نظری تمام بود و اندر دقایق عبارات حظی وافر تا حدی که گفت اندر حال وصیتش ۔ (هجویری،علی بن عثمان ،ص:73)

ان میں سے جگر بندِ مصطفیٰ، ریحان دلِ مرتضیٰ،قرۃ العینِ زہرا،ابومحمد حسن بن علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ان کو طریقت میں نظر کامل عطا ہوئی اور تصوف کے مسائل حل کرنے اور اس کے دقائق بیان فرمانے میں آپ کو بڑا حصہ ملا ہے۔آپ نے وصیت فرمائی۔

"عليكم بِحِفْظِ السَّرائِرِ؛ فانَّ اللّهَ تعالى مُطَّلِعٌ عَلَى الضَّمائِرِ" (ہجویری،کشف المحجوب،ص:73)

تمہیں اپنی اندرونی اسرار کا محفوظ کرنا لازمی ہے اس لیے کہ اللہ رب العزت ضمیروں کے حال کا جاننے والا ہے۔

اس مختصر اقتباس میں آپ نے سید امام حسنؓ کی اہم صفات اور خوبیوں کو درج کیا ہے۔سب سے پہلے آپ نے حضرت امام حسن کے آقائے دوجہاں،شیر خدا اور سیدہ کائنات کے ساتھ تعلق کو بیان کیا۔پھر طریقت کے میدان میں آپ کے مرتبہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

حضرت امام حسین سید الشہداء علیہ السلام:

آپ نے حضرت امام حسین کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

و منهم: شمع آل محمد، و از جملۀ علایق مجرد سید زمانه خود، ابوعبداللّه الحسین بن علی بن ابی طالب، رضی اللّه عنهما از محققان اولیا بود و قبلۀ اهل بلا و قتیل دشت کربلا۔ (ہجویری،کشف المحجوب،ص:76)

انہیں میں سے شمع آل محمد،از علائق خلائق مجرد،سید زمانہ خود، ابو عبد اللہ حضرت امام حسین بن علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔جو محققانِ اولیاء کرام سے ہیں اور قبلہ اہل صفاء،قتیل دشت کربلا ہیں۔

آپؒ نے حضرت امام حسین سید الشہداء علیہ السلام کی جن صفات قدسیہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ آپ آل محمد کی منور شمع ہیں نہ صرف اولیاء و اصفیاء کے امام ہیں بلکہ اہل بلا و آزمائش کے قبلہ و امام اور شہید کربلا ہیں۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام:

حضرت علی زین العابدین کو تصوف وطریقت میں وہ مقام حاصل ہے جو آج تک کوئی فرد واحد نہ حاصل کر سکا ہے اور نہ ہی قیامت تک کسی کو حاصل ہو گا۔مزید برآں آپ کی فضیلت، بلند مقام و مرتبہ کی بے شمار مثالیں اور واقعات کتب تاریخ ،سیر اور کتب تصوف کے روشن باب گردانے جاتے ہیں۔حضرت داتا گنج بخش نے حضرت امام زین العابدین کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

و منهم وارث نبوت و چراغ امت، سید مظلوم و امام مرحوم، زین العُبّاد و شمع الاوتاد، ابوالحسن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب، رضی اللّه عنهما اکرم و اعبد اهل زمانۀ خود بود و وی مشهور است به کشف حقایق و نشر دقایق .از وی پرسیدند که سعیدترین دنیا و آخرت کیست؟ (ہجویری،کشف المحجوب،ص:77)

انہیں میں سے وارثِ نبوت، چراغ امت ،سید مظلوم ،امام محروم ،زین عباد،شمع اوتاد،ابوالحسن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جو اکرم اعبد اپنے زمانہ کے لوگوں میں سے گذرے۔آپ بیان حقائق اور انکشافِ دقائق میں لوگوں کے اندر مشہور تھے۔آپ علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا حضور! دنیا و آخرت میں نیک بخت شخص کون ہوسکتا ہے تو آپؑ نے فرمایا:

مَنْ إذا رَضِيَ لَمْ يَحْمِلْهُ رِضاهُ عَلَى الباطِلِ، و إذا سخِطَ لَمْ يَخْرِجْه سَخَطُه مِن الحقِّ.

وہ شخص دارین میں نیک بخت ہوسکتا ہے ،جب خوش ہوتو باطل پر نہ ہو اور جب غضبناک ہوتو اس کا غصہ اسے حق سے باہر نہ کر دے۔

حضرت علی بن عثمان الہجویریؒ نے کشف المحجوب میں آپ کی شان عالی مرتبت سے متعلقہ ایک واقعہ یوں بیان فرمایا:

هشام بن عبدالملك بن مروان سالی بحج آمد، خانه را طواف می کرد، خواست تا حجر الاسود را ببوسد از زحمت خلق راه نیافت .آن گاه بر منبر شد و خطبه کرد .اندران میان زین العابدین، علی بن الحسین رضی اللّه عنه بمسجد اندر آمد با رویی مقمر و خدی منور و جامئه معطر، و ابتدای طواف کرد چون بنزديك حجرالاسود فر از رسید، مردمان مر تعظیم او را حوالی حجر را خالی کردند تا وی مر آن را ببوسید.

(ہجویری،کشف المحجوب،ص:78)

ایک دفعہ اموی بادشاہ ہشام بن عبد الملک بن مروان حج کے لیے آیا دوران حج اس نے ہجر اسود کو بوسہ دینے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ بعد ازاں اس نے خطبہ دینا شروع کر دیا ۔خطبہ کے دوران حضرت زین العابدینؓ تشریف لائے آپ کا چہرہ چمک رہا تھا۔ خال مبارک روشن تھے۔ کپڑے خوشبو سے مہک رہے تھے۔آپ نے طواف شروع کیا جب حجر اسود کے پاس پہنچے تو لوگوں نے آپ کی تعظیم کرتے ہوئے حجر اسود کے اردگرد کو خالی کر دیا تا کہ آپ اس کو بوسہ دیں۔

مردی از اهل شام، چون آن هیئت بدید با هشام گفت یا امیرالمؤمنین ترا بحجره راه ندادند که امیرالمؤمنین توئی آن جوان خوب روی که بود که چون بیامد مردم جمله از حجر اندر رمیدند و آن حجر مر ذرا خالی کردند هشام گفت من وی رانشناسم و مرا وی بدین آن بود که تا اهل شام مر او را نشناسند و بدو تولی نکنند و بامارت وی رغبت ننمایند

شام کے کسی آدمی نے یہ کیفیت دیکھی اور ہشام کو بتادی۔اور کہا اے امیر المومنین حجر اسود کو بوسہ دینے کے لیے لوگوں نے آپ کو راستہ نہ دیا ۔وہ خوبصورت چہرے والا نوجوان اندر آیا تو لوگوں نے حجر اسود کو خالی کر دیا۔ہشام نے کہا کہ میں اس نوجوان کو نہیں جانتا ۔اور اس سے ہشام کی مراد تھی کہ شام والے آپ کو پہچان نہ لیں۔آپ کو دوست نہ بنالیں۔اور حکومت و امارت کے لیے امام زین العابدین کی طرف رغبت نہ دکھائیں۔

فرزدق شاعر آنجا استاده بود، گفت من او را نیك شناسم گفتندآن کیست یا با فراس ما را خبرده که سخت مهیب جوانی دیدم فرزدق گفت شما گوش دارید

تا من حال صفت دی بگویم فأنشاء فرزدق یقول:
(ہجویری،کشف المحجوب،ص:78)
فرزدق شاعر اس جگہ کھڑا تھا۔اس نے کہا میں ان کو خوب اچھی طرح جانتا ہوں۔لوگوں نے کہا وہ کون ہے۔ابا فراس۔ ہم کو ان سے باخبر کر کہ بہت ہی دبدبے والا جوان دیکھا ہے۔فرزدق نے کہا۔آپ کان لگا کر سنیں۔تاکہ میں ان کے حال۔ ان کی صفت اور ان کی نسبت کو بیان کروں۔ فرزدق نے اس وقت آپ کی شان میں ایک قصیدہ کہا۔

حضرت علی بن عثمان الہجویریؒ نے اپنی کتاب میں فرزدق کا وہ پورا قصیدہ کو رقم کیا ہے۔قصیدہ کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

1۔ هَذَا الَّذِیْ تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطْأَتَهُ
وَالبَيْتُ يعْرِفُهُ وَالحِلُّ وَالحَرَمُ

یہ وہ ہستی ہیں جن کے پائمال کرنے کو مکہ جانتا ہے۔بیت اللہ شریف ،حل اور حرم بھی انہیں جانتے ہیں۔

2۔ هَذَا ابْنُ خَيرِ عِبادِ الله كُلِّهِمُ
هَذَا التَّقِيُّ النَّقِيُّ الطَّاهِرُ الْعَلَمُ

یہ اللہ تعالیٰ کے سب سے بہتر بندے کے بیٹے ہیں یہ متقی پاک طیب و طاہر علم وعمل کے پہاڑ ہیں۔

3۔ هَذَا ابْنُ فَاطِمَةَ، إنْ كُنْتَ جاهِلَهُ
بِجَدّهِ أنْبِيَاءُ الله قَدْ خُتِمُ

اگر تو ان سے جاہل ہے تو (سن یہ)حضرت فاطمۃ الزہراء کے بیٹے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے جد امجد پر نبوت ختم کردی ہے۔

4۔ من مَعشَرٍ حُبُّهُمْ دِينٌ، وَبُغْضُهُمُ
كُفْرٌ، وَقُرْبُهُمُ مَنجىً وَمُعتَصَمُ

آپ اس قبیلے سے ہیں جس کے ساتھ محبت کرنا دین اور اس سے بغض کرنا کفر اور ان کے قریب ہونا نجات اور حفاظت کا ذریعہ ہے۔

5۔ إنْ عُدّ أهْلُ التّقَى كانوا أئِمّتَهمْ،
أوْ قيلَ: من خيرُ أهل الأرْض؟ قيل: هم

اگر اہل تقویٰ کی گنتی کی جائے تو آپ ان کے امام ہوں گے اگر پوچھا جائے کہ سب سے بہتر کون ہیں تو کہا جائے گا اہل بیت رسول ہیں۔

6۔ مُقَدَّمٌ بعد ذِكْرِ الله ذِكْرُهُمُ،
فی كلّ بَدْءٍ، وَمَختومٌ به الكَلِمُ

اللہ کے ذکر کے بعد ان کا ذکر سب سے پہلے ہوتا ہے ہر اس ابتداء میں جس سے کلام ختم ہوتا ہے۔

(فرزدق، أبو فراس ہمام بن غالب بن صعصعة، الدیوان، دار الکتب العلمیۃ، بیروت1407ھ،ص:89۔91)

بلاشبہ اہل بیت اطہار وہ عظیم ہستیاں ہیں جن کے ساتھ محبت و مودت ایمان کی علامت و نشانی ہے چنانچہ آج تک جتنے بھی آئمہ و محدثین اور صوفیاء گزرے ہیں ان میں سے کوئی بھی امام اور مجتہد ایسا نہیں گزرا جس نے اہل بیت کی محبت و مودت کا وافر حصہ نہ پایا ہو۔جمیع صحابہ ،تابعین ،اتباع التابعین اور سلف صالحین نے اپنے اپنے انداز میں ان مقدس نفوس کے ساتھ اظہارِ محبت وعقیدت کیا ہے۔بزرگان دین اور اہل تصوف میں سے ایک نام حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویریؒ کا بھی ہے جو کہ تصوف و ولایت میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔آپؒ اہل بیت سے والہانہ محبت و مودت رکھتے تھے چنانچہ آپ نے دیگر اکابرین امت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضور نبی اکرمﷺ کے اہل بیت کی بارگاہ میں اپنی کتاب کشف المحجوب میں نذرانہ عقیدت ومحبت پیش کیا۔ آپؒ نے آئمہ اہل بیت اطہار کے تذکرہ خیر کے لیے جن الفاظ کا چناؤ کیا اُن سے آپ کی ان نفوس قدسیہ کے ساتھ شدت محبت اور والہانہ عقیدت واضح نظر آتی ہے۔آپ نے اہل بیت اطہار کو تصوف کی اصل اور اصول قرار دیا۔اللہ رب العزت ہمیں تمام اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے محبت رکھنے اور ان کا دل سے احترام کرنے اور ان کے بتائے ہوئے طریقے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین

☆☆☆☆☆

6 ستمبر یومِ دفاع
وطن سے تجدیدِ عہدِ وفا کا دن

یومِ دفاع حب الوطنی کے جذبات کو اجاگر کرنے کے لئے منایا جاتا ہے

ستمبر کی جنگ میں افواج پاکستان کے افسران اور جوانوں نے مادرِ وطن کے لئے بے مثال قربانیاں دیں

تحریم رفعت

ہر سال 6 ستمبر کو یومِ دفاع پاکستانی فوج کے اس عظیم کارنامے کی یاد تازہ کرنے کے لیے منایا جاتا ہے جب ستمبر 1965ء کی ایک اندھیری رات میں ہندوستان نے پاکستان پر حملہ کر دیا، لیکن پاکستان کی بہادر اور جری فوج نے دشمن کے چھکے چھڑا دیے۔ سترہ روز جاری رہنے والی اس جنگ میں ہندوستان کا جنگی جنون سرد پڑ گیا اور اس نے اقوام متحدہ میں گڑگڑا کر فوری طور پر جنگ بندی کی درخواست پیش کر دی۔

یوم دفاع پاکستان وہ دن ہے، جب پوری قوم پاک فوج کے ساتھ اظہار یکجہتی کرتے ہوئے اس عزم کا اظہار کرتی ہے کہ وہ ہر لمحہ پاک فوج کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑی ہے۔ شہداء اور ان کے لواحقین قوم کے ہیرو اور سرمایہ ہیں اور زندہ قومیں کبھی اپنے شہداء کو نہیں بھولتیں۔ اس دن محبِّ وطن پاکستانی شہری اپنی مسلح افواج کے ساتھ یکجہتی کا بے مثال مظاہرہ کرتے ہیں۔ ستمبر 1965ء کی جنگ پاکستانی قوم اور مسلح افواج کی مشترکہ جدوجہد تھی جو آنے والی نسلوں کے لئے مشعلِ راہ کا کام کرتی رہے گی۔ اس تاریخی دن کے ساتھ ایسی یادیں اور نقوش وابستہ ہو چکے ہیں جنہیں زمانے کی گرد کبھی نہ دھندلا سکے گی۔ یہ دن جہاں ہماری پاکستانی قوم کے لئے بڑی آزمائش کا دن تھا وہاں پر نڈر اور بہادر افواج کے لئے بھی انتہائی کڑا وقت تھا۔ اس دن پوری قوم اور مسلح افواج کے افسروں اور جوانوں نے مل کر رفاقت کے سچے جذبے کے ساتھ بزدل، مکار و عیار دشمن کے ناپاک اور گھناؤنے عزائم کو خاک میں ملا دیا تھا۔ ان فرزندانِ پاکستان کی بامثال اور لازوال قربانیوں کی بدولت آج ہمیں تاریخ میں ایک باوقار مقام حاصل ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قوم کے جذبہ ایمانی، کردار، ہمت اور خلوص کا امتحان جنگ سے ہوا کرتا ہے۔ 6 ستمبر 1965ء کی جنگ اس کی زندہ مثال ہے۔ جس میں پاکستانی قوم اور افواجِ پاکستان نے ثابت کر دیا کہ ان کا دل اللہ کی یاد سے لبریز، حبِ رسول ﷺ سے معمور، دین کی محبت

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قوم کے جذبہ ایمانی، کردار، ہمت اور خلوص کا امتحان جنگ سے ہوا کرتا ہے۔ 6 ستمبر 1965ء کی جنگ اس کی زندہ مثال ہے۔ جس میں پاکستانی قوم اور افواجِ پاکستان نے ثابت کر دیا کہ ان کا دل اللہ کی یاد سے لبریز، حبِ رسول ﷺ سے معمور، دین کی محبت سے آباد اور وطن کی آزادی و حرمت پر مر مٹنے کے جذبے سے سرشار ہے

ہم بھلے ہی معاشی مسائل کا شکار ہوں مگر ہم غیر ملکی خطرات سے محفوظ ہیں کیوں کہ دنیا میں کئی لوگوں کے مطابق ہماری افواج ایشیاء کی بہترین افواج میں سے ہیں۔ جب ہم اپنے ماضی کے جنگی ہیروز کو سلیوٹ کرتے ہیں تو ہم ان کی قربانیوں کی تکریم کرتے ہیں۔

سے آباد اور وطن کی آزادی و حرمت پر مر مٹنے کے جذبے سے سرشار ہے۔ یہی وہ سرمایہ تھا جس کے بل بوتے پر اس نے اپنے سے تعداد اور اسلحہ میں کئی گنا بڑی طاقت کے سارے خواب بکھیر دیئے اور سارے منصوبے اور غرور خاک میں ملا دیئے۔

6 ستمبر ان شہیدوں اور غازیوں کو سلامی پیش کرنے کا دن ہے جنھوں نے سیالکوٹ سیکٹر میں چونڈہ کے مقام پر بھارت کے آرمرڈ اور تین دوسرے ڈویژنوں جن میں پانچ سو ٹینک تھے کی یلغار کو اللہ کے فضل و کرم سے صرف ایک ڈویژن اور ایک آمرڈ فارمیشن سے پسپا کر دیا تھا۔ اس جنگ میں پاکستان اور بھارت کا تناسب ہر لحاظ سے ایک اور سات کا تھا۔

6 ستمبر کا دن میجر راجہ عزیز بھٹی شہید اور میجر شفقت بلوچ غازی کی کمان میں غازی نہر کے کنارے داد شجاعت دینے والے مجاہدوں کو خراج تحسین پیش کرنے کا ہے جنھوں نے بھارتی فوج کے عزائم کو خاک میں ملا کر تاریخی کارنامہ سرانجام دیا۔

6 ستمبر کا دن بھارت کے علاقہ کھیم کرن تک اپنے نقوش پا چھوڑنے والے شہیدوں اور غازیوں کے آگے جبین نیاز خم کرنے کا دن ہے۔

6 ستمبر کا دن فاضلہ کا سیکٹر کے سرفروشوں کو عقیدت و محبت کا نذرانہ پیش کرنے کا ہے جن کے نعرہ تکبیر کی صداؤں سے بھارتیوں کے دل ڈوبتے رہے۔

لاہور کے محاذ پر ارض وطن کے مایہ ناز فرزندوں میجر راجہ عزیز بھٹی (شہید نشان حیدر) اور میجر شفقت بلوچ (ستارہ جرات جو بعد میں کرنل بنے) کی الگ الگ کمان میں صرف دو کمپنیاں تھیں یہ کمپنیاں ایک ایک سو جانثاروں سے بھاری تھیں۔ بھارت نے اس سیکٹر پر توپ خانے کے ساتھ انفنٹری کی بھاری تعداد سے حملہ کیا تھا جبکہ پاکستان کی سرحدوں پر غیر متوقع حملے کو روکنے کیلئے کوئی تیاری نہیں تھی۔ لیکن ہمارے جوانوں نے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ بلاشبہ 6 ستمبر 1965ء ایک ایسا دن تھا جس نے پاکستان کے ایک ایک فرد کو جھنجھوڑ کر جگا دیا تھا۔ آج پاکستان کو اسی 1965ء والے جذبے کی اشد ضرورت ہے، آج بھی پاک فوج کو بطور قوم ہماری ضرورت ہے، قومی یکجہتی کی ضرورت ہے، ملک سے بیرونی عناصر کو نکالنے کی ضرورت ہے اور سب سے بڑھ کر ستمبر 1965ء والے قومی و اجتماعی جذبے کی ضرورت ہے۔ کیوں کہ دفاع وطن کے تقاضوں کو آج بڑے بڑے چیلنجوں کا سامنا ہے۔

یومِ دفاع ہمارے اس عزم کی تجدید کا بھی دن ہے کہ ہم ایک مضبوط قوم ہیں اور ہم کسی بھی غیر ملکی قوم سے ڈریں گے نہیں چاہے وہ جتنی بھی مضبوط کیوں نہ ہو۔

ہماری فوج ہمارے عظیم ملک پاکستان کی شجاعت اور حربی تکنیکوں کا مظہر ہے اور یومِ دفاع یہ سب کچھ یاد رکھنے کا دن ہے تاکہ ہم مضبوط رہ سکیں اور اپنے ملک کے بچوں اور نوجوانوں کو درست پیغام دے سکیں۔

یومِ دفاع پر ملک بھر میں فوجی پریڈز اور ایونٹ منعقد کروائے جاتے ہیں۔ فوجی پریڈز میں تازہ ترین ٹیکنالوجیز کی نمائش کی جاتی ہے۔ کبھی کبھی نئے تیار شدہ اسلحے کی لانچ بھی اسی دن کی جاتی ہے۔ ان ایونٹس کا واضح مقصد ہمارے ہیروز کو

آیئے یوم دفاع پر ہم سب مل کر یہ عہد کریں کہ جب بھی پاکستان کو دفاع کی ضرورت پڑے گی تو پاکستان کا بچہ بچہ افواجِ پاکستان کے ساتھ مل کر وطن عزیز کا پورا دفاع کرے گا۔

آج پاکستان کو اسی 1965ء والے جذبے کی اشد ضرورت ہے، آج بھی پاک فوج کو بطور قوم ہماری ضرورت ہے، قومی یکجہتی کی ضرورت ہے، ملک سے بیرونی عناصر کو نکالنے کی ضرورت ہے اور سب سے بڑھ کر ستمبر 1965ء والے قومی و اجتماعی جذبے کی ضرورت ہے۔ کیوں کہ دفاع وطن کے تقاضوں کو آج بڑے بڑے چیلنجوں کا سامنا ہے۔

یاد رکھنا اور ہماری فوجی طاقت کا مظاہرہ کرنا ہوتا ہے۔ ہمارے ٹی وی چینلز اور سوشل میڈیا بھی اس مقصد کے حصول میں بھرپور کردار ادا کرتے ہیں۔

پاک فضائیہ کے طیارے آسمان کی بلندیوں کو چھوتے ہوئے اپنے شہید ہیروز کو سلام پیش کرتے ہیں۔

ہم سب کو اپنی مضبوط افواج پر اور ملک کی زمینی سرحدوں کی حفاظت اور ملکی سلامتی یقینی بنانے میں ان کے آئینی کردار پر فخر کرنا چاہیے۔ ہم بھلے ہی معاشی مسائل کا شکار ہوں مگر ہم غیر ملکی خطرات سے محفوظ ہیں کیوں کہ دنیا میں کئی لوگوں کے مطابق ہماری افواج ایشیاء کی بہترین افواج میں سے ہیں۔ جب ہم اپنے ماضی کے جنگی ہیروز کو سلیوٹ کرتے ہیں تو ہم ان کی قربانیوں کی تکریم کرتے ہیں۔

ہماری افواج نہ صرف جنگ کے دوران معرکوں میں حصہ لیتی ہیں بلکہ امن کے دور میں بھی قوم کی تعمیر میں حصہ ڈالتی ہیں۔ سیکیورٹی فورسز اکثر اوقات قدرتی آفات سے متاثرہ علاقوں میں امداد پہنچاتی ہیں اور سیلاب اور زلزلوں کے دوران ریلیف کی خدمات سرانجام دیتی ہیں۔ فوج کے زیرِ انتظام چلنے والے کئی ادارے مثلاً اسکول، کالج، ہسپتال سویلینز کو بھی گراں قدر خدمات فراہم کرتے ہیں۔

ہمارے قومی ہیروز کی تکریم کرنے کا کوئی مخصوص وقت نہیں ہے۔ کوئی بھی اسکول یا کمیونٹی فنکشن کسی بھی وقت منعقد کیا جاسکتا ہے تاکہ ان تمام باوردی خواتین و حضرات کو خراجِ عقیدت پیش کیا جا سکے جنھوں نے ملکی سلامتی میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔ ان کی اہمیت اور ان کی کوششوں کے بارے میں ہم سوشل میڈیا پر آگاہی بھی پھیلا سکتے ہیں۔ ہمارے گھروں میں اور دوستوں کے ساتھ گفتگو میں ہم فوج کی اہمیت اور اس کے آئینی کردار پر بھی بات کر سکتے ہیں۔

اگر اس سے ہمارے نوجوانوں میں فوج میں شامل ہوکر ملک و قوم کی خدمت کا جذبہ پیدا ہو جائے تو یہ ایک عظیم نتیجہ ہوگا۔

آیئے یوم دفاع پر ہم سب مِل کر یہ عہد کریں کہ جب بھی پاکستان کو دفاع کی ضرورت پڑے گی تو پاکستان کا بچہ بچہ افواجِ پاکستان کے ساتھ مل کر وطن عزیز کا پورا دفاع کرے گا۔ کیوں کہ یہ تقاضے آج اس حوالے سے بھی اہمیت اختیار کر گئے ہیں کہ پاکستان دہشت گردی کے خلاف جنگ میں برسر پیکار ہے۔ پاکستان جو خود اپنی تاریخ کے ایک نازک ترین دور سے گزر رہا ہے افواج پاکستان دفاع وطن کے لیے اندرونی اور بیرونی سرحدوں پر ڈٹی ہوئی ہیں۔ ایک محاذ پر اسے بھارت جیسے شاطر اور کم ظرف دشمن کا سامنا ہے تو دوسری جانب اسے بیرونی اور اندرونی خلفشار کا بھی سامنا ہے۔ پاک فوج سرحدوں کے دفاع کے ساتھ ساتھ اندرونی محاذ پر دہشت گردی کے خلاف نبرد آزما ہے جو خدانخواستہ اس پاک سرزمین کی سرحدوں کو کھوکھلا کرنے کے درپے ہے۔ اس یوم دفاع پر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ملک کو تاقیامت سلامت، شاد اور آباد رکھے اور پاک فوج میں یونہی وطن پر جانثار ہونے کا جذبہ قائم رکھے (آمین)

☆☆☆☆☆

یومِ دفاع ہمارے اس عزم کی تجدید کا بھی دن ہے کہ ہم ایک مضبوط قوم ہیں اور ہم کسی بھی غیر ملکی قوم سے ڈریں گے نہیں چاہے وہ جتنی بھی مضبوط کیوں نہ ہو

حقیقی جمہوریت اور پاکستان

بہترین جمہوری نظام حکومت کے 5 بنیادی اصول

(1) آزاد عدلیہ (2) انسانی حقوق کا احترام (3) منصفانہ انتخابات
(4) بے رحم احتساب (5) حکومت میں عوام کی شرکت

راضیہ نوید

ماضی میں پوری دنیا میں مختلف نظام ہائے حکومت رائج رہے جن میں اشرافیہ حکومت بھی رہی اور خلفائے راشدین کا پاکیزہ نظام خلافت بھی۔ بادشاہتیں بھی قائم رہیں اور آمریتیں بھی مگر موجودہ دور میں اب بھی بعض ممالک میں بادشاہتیں اور آمریتیں کسی نہ کسی صورت موجود ہیں البتہ زیادہ تر ممالک میں جمہوری نظام حکومت رائج ہے۔ جمہوری حکومت کو عرف عام میں عوامی حکومت تصور کیا جاتا ہے۔

لفظ ’’جمہوریت‘‘ دو یونانی الفاظ سے مل کر بنا ہے۔ پہلا (ڈیموس) جس کا معنی ’’عوام‘‘ ہے جبکہ دوسرا لفظ (کراتوس) جس کا معنی ’’اختیار اور حکومت‘‘ ہے۔ چنانچہ جمہوریت کا معنی ’’عوامی اختیار‘‘ یا ’’عوامی حکومت‘‘ ہے۔

ابراہم لنکن نے جمہوریت کی مختصر اور جامع تعریف کی ہے۔

Government of the people, by the people for the people

’’عوام کی حکومت عوام کے لیے عوام کی مرضی سے‘‘۔

یہاں دیکھنا یہ ہے کہ معروف جمہوری نظام حکومت کے بنیادی اصول کیا ہیں کیونکہ ہم کسی ایسے نظام حکومت کو جمہوری نہیں کہہ سکتے جو بنیادی جمہوری اصولوں سے ہٹ کر ہو۔ اس سلسلے میں ماہرین سیاسیات جمہوری نظام حکومت کے کچھ اصول بیان کرتے ہیں:

۱۔ بنیادی انسانی حقوق کی فراہمی:

کسی بھی جمہوری ریاست میں رہنے والے افراد کو بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی کے ساتھ ساتھ آزادئ اظہار رائے، مذہبی آزادی اور احتجاج کی آزادی حاصل ہو۔ ہر شہری کو رنگ، نسل، زبان، حسب ونسب سے بالاتر ہوکر حقوق حاصل ہوں۔

۲۔ آزادانہ اور منصفانہ انتخابات:

نظام انتخابات نہایت صاف شفاف ہو تا کہ اقتدار کی منتقلی پرامن طریقے سے ہوسکے۔ دوران انتخابات کسی قسم کی دھاندلی نہ ہو۔ دھن اور دھونس کے ذریعے عوامی رائے کو تبدیل کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ ووٹ دینے والا ہر طرح کے خوف سے آزاد ہو اور اپنی مرضی سے اپنی رائے کا اظہار کرسکے۔

۳۔ احتساب:

جمہوری نظام حکومت میں تمام تر فیصلے صرف اور صرف عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کیے جاتے ہیں۔ اپنی ذاتی خواہشات اور احباب کی پسند و ناپسند کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ عوامی نمائندے ہمیشہ عوام کے سامنے جواب دہ رہتے ہیں۔ جواب دہی اور احتساب کا نظام نہایت کڑہ ہوتا ہے۔

۴۔ حکومت میں عوام کی شراکت:

جمہوری نظام حکومت میں ہر فرد کو مواقع میسر

ہوتے ہیں کہ وہ حکومت کا حصہ بن کر ملکی ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکے۔ حکومت میں عوام کی شراکت ہی اسے حقیقی معنوں میں جمہوری حکومت بناتی ہے۔

۵۔ آزاد عدلیہ:

آزاد عدلیہ کسی بھی جمہوری نظام حکومت کا بنیادی رکن ہے۔ آزاد عدلیہ کے لیے نہ صرف ججز اور ان سے منسلک دیگر افراد کا بدعنوانی سے پاک ہونا ضروری ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ اس قدر امانت دار، نڈر، غیر متنازعہ اور انصاف پسند ہوں کہ معاشرے میں امیر، غریب، طاقتور اور کمزور میں فرق کیے بغیر انصاف بہم پہنچاسکیں۔ قانون سب کے لیے برابر ہو اور کوئی شخص اپنے ذاتی مفاد کی خاطر قانون اپنے ہاتھ میں نہ لے سکے۔

الغرض یہ وہ چند بنیادی جمہوری نظام حکومت کے اصول ہیں جن کے بغیر کوئی جمہوری حکومت قائم نہیں ہوسکتی۔ جمہوری نظام حکومت کے ذیل میں جب ہم پاکستان کے نظام حکومت کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ ایک نام نہاد جمہوری نظام نظر آتا ہے کیونکہ یہاں جمہوری نظام حکومت کی نفی نظر آتی ہے۔ الیکشن کمیشن آف پاکستان کی ایک رپورٹ کے مطابق 2008ء میں ہونے والے انتخابات میں 11.4 فی صد لوگوں نے حق رائے دہی استعمال کیا اور باقی افراد نے نہیں کیا۔ اس کا مطلب ہے کہ زیادہ لوگوں کو اس نظام پر اعتماد ہی نہیں ہے۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ کوئی دوسرا راستہ اپنا کر طرزِ حکومت تبدیل کیا جاتا لیکن ایسا کچھ نہیں کیا گیا۔

پاکستان میں 1950ء سے اب تک جتنے انتخابات ہوئے ہیں وہ سب دھاندلی زدہ تھے۔ ہمارے ہاں نہ صرف انتخابات میں استحصال کیا جاتا ہے بلکہ ووٹرز کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت بھی ممکن نہیں ہوتی۔ اشرافیہ کا ایک خاص طبقہ یکے بعد دیگرے کرسی اقتدار پر براجمان ہوتا ہے۔ عوام کی حکومت میں شراکت داری تو دور کی بات ان کی بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی کو بھی ممکن بنانے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ ٹیکس چور اور جعلی ڈگریوں کے حامل افراد اسمبلیوں کا حصہ بنتے ہیں اور اپنے قدم مضبوط سے مضبوط تر کرنے کے لیے قانون سازی کرتے ہیں۔ اس وقت پاکستان سے قانون کی حکمرانی ختم ہوچکی ہے۔ عدالتوں کے فیصلوں کا نفاذ نہیں ہورہا۔ ملک کا طرز حکمرانی کرپشن پر مبنی ہے۔ امیر اور طاقتور اپنی مرضی کے فیصلے لے رہا ہے اور غریب اور کمزور عدالتوں کے دھکے کھارہا ہے۔ آج 73 سال گزر جانے کے باوجود پاکستان کے عوام حقیقی جمہوری نظام حکومت کے متلاشی ہیں۔

قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اسی حقیقی جمہوریت کی بحالی کی خاطر 23 دسمبر 2012ء کو مینار پاکستان کے زیر سایہ لاکھوں عوام پاکستان کا ایک فقیدالمثال اجتماع کیا اور موجودہ نظام حکومت کے تمام تر نقائص بیان کرنے کے ساتھ ’’کیسے نظام حکومت کی ضرورت ہے؟‘‘ پر سیر حاصل گفتگو کی تاکہ حقیقی جمہوریت کی بحالی کا سفر شروع کیا جاسکے۔ آپ نے فرمایا: ’’اگر قوم ساتھ دے تو 1947ء کا پاکستان شروع کرسکتا ہوں‘‘۔

قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری ایک ایسا نظام حکومت چاہتے ہیں جس میں قانون کی بالادستی ہو کرپشن اور بددیانتی کا خاتمہ ہوجائے، انتخابات میں استحصال کا خاتمہ ہو، امیدوار اور سپورٹرز کی جان کی حفاظت ہو، معاشرتی انصاف کی دستیابی اور برائیوں کا خاتمہ ہو، لوگوں کا معیار زندگی بہتر ہو، کمزور اور طاقتور کے مابین توازن ہو، بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی ممکن ہو، ذرائع آمدن اور وسائل میں غیر معمولی فرق نہ ہو، ٹیکس چور اور جعلی ڈگریوں کے حامل ارکانِ پارلیمنٹ نہ ہوں، نظام انتخاب اتنا صاف شفاف اور بدعنوانی سے پاک ہو کہ کوئی اس پر اعتراض نہ اٹھا سکے اور حکومتوں کا بننا اور اقتدار کی منتقلی ہر قسم کی اندرونی اور بیرونی مداخلت سے پاک ہو۔

15 ستمبر کو ہر سال جمہوریت کا بین الاقوامی دن منایا جاتا ہے تاکہ جمہوریت کے فروغ اور ترقی کے اصولوں کا جائزہ لیا جاسکے۔ آئیں! ہم بھی اپنی 73 سالہ ’’جمہوری زندگی‘‘ کا جائزہ لیں کہ ’’کیا کھویا اور کیا پایا‘‘ اور آئندہ کے لیے عہد کریں کہ حقیقی جمہوریت کی بحالی تک اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے تاکہ مصائب میں گھری اس قوم کو سکون نصیب ہوسکے۔

☆☆☆☆☆

امن انسانیت کی بقاء کا ضامن ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کفر کا نظام چل سکتا ہے ظلم کا نہیں

اسلام کی بنیاد امن و سلامتی ہے، انسان کی تخلیق اسی فطرت پر کی گئی

امن آج کے دور کی سب سے بڑی ضرورت ہے

تحریر: فاطمہ محمود

نظریہ، قوم کی شناخت ہوتا ہے۔ قوم اپنے نظریے کے تناظر میں اقدار اور رہنما اصول طے کرتی ہے اور اسی سے قوم کے رجحانات کا تعین ہوتا ہے۔ نظریہ اور اس سے وجود میں آنے والی اقدار انفرادی سطح سے لے کر اجتماعی سطح تک اثر انداز ہوتیں ہیں۔ قومیت کا تصور، مختلف نظریات کی بنا پر وجود میں آیا۔ قومیں معاشرتی، سیاسی، مذہبی، ثقافتی اور فکری اختلافات کی بنیاد پر الگ الگ پہچان رکھتی ہیں۔ دیگر اقوام کی طرح مسلم قوم بھی امتیازی شناخت اور ساکھ رکھتی ہے اور اس قوم کی نظریاتی اساس "امن " ہے۔ جو مسلم قوم کو اقوامِ عالم میں منفرد اور ممتاز کرتی ہے۔

امن کے تصور کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے امن کے حقیقی معنی و مفہوم کو سمجھا جائے۔

امن، عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی سلامتی و امان کے ہیں۔ اردو لغت میں اس کے معنی صلح و آشتی، عافیت، سکون اور آسودگی کے ہیں۔ یہ حفاظت اور امان کے معنی میں بھی آتا ہے۔ امن کی ضد جنگ، انتشار، تناؤ اور الجھاؤ ہے۔

عمومی تعریف میں امن کو تحفظ، آزادی اور اعتدال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

امن کے اصطلاحی معنی اپنے اور اپنے اردگرد کے ماحول کو انتشار و الجھاؤ سے محفوظ کرنا اور سلامتی اور آسودگی کو قائم کرنا ہے۔ المختصر امن سے مراد تشدد و انتشار سے خالی ایک طرزِ زندگی ہے جس میں لوگوں کے جان و مال اور عزتیں محفوظ ہوں اور معاشرے میں باہمی محبت و اعتماد اور احترامِ آدمیت کا جذبہ ہو۔

امن فطرت کے اصولوں میں سے ایک اصول ہے۔ قدرت کا سارا نظام ایک منظّم انداز میں مربوط ہے۔ جس کا ہر کرشمہ روحانی وقلبی سکون اور طمانیت کا مظہر دکھائی دیتا ہے۔ قدرت کی جملہ تخلیقات، امن وسلامتی کا عملی نمونہ پیش کرتی ہیں اور کہیں بھی کوئی تصادم نظر نہیں آتا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَا تَرٰی فِیۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ. (الملک، ۶۷:۳)

تم (خدائے) رحمان کے نظامِ تخلیق میں کوئی بے ضابطگی اور عدم تناسب نہیں دیکھو گے۔

بنیادی طور پر انسان کی تخلیق بھی اسی فطرت پر کی گئی ہے۔ انسان کی فطرت امن پسند ہے۔ اسی لیے امن کے ماحول میں انسان سکون اور فرحت محسوس کرتا ہے۔ انسانی تاریخ میں بہترین نظامِ حیات، اسلام کا عطا کردہ ہے۔ جس کے اصول وضوابط حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی سیرت اور حیات مبارکہ سے وضع فرما دیے۔

اسلام کی بنیاد، امن و سلامتی ہے۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے نام ہی "اسلام "پسند کیا۔ اسلام کا معنی سلامتی وعافیت کے ہیں۔ گویا نظام خود بھی سراپا سلامتی ہے اور دوسروں کو بھی امن وسلامتی کا پیغام دیتا ہے۔ اس دین اور نظام کے پیروکاروں کو مسلم یا مومن

کہا گیا۔ قرآن وحدیث میں مسلم یا مومن سے مراد وہ شخص ہے جو تمام انسانیت کے لیے پیکرِامن و سلامتی ہو۔ اپنے اور اردگرد کے ماحول کو محفوظ بنائے اور سلامتی کو قائم کرنے والا ہو۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلم کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان کی جان ومال اور عزتیں محفوظ رہیں۔ (الصحیح البخاری: کتاب الایمان)

حضور نبی اکرم ﷺ کی اپنی زندگی امن و سلامتی کی عملی تصویر ہے۔ اعلان نبوت سے پہلے لوگ آپ ﷺ کو صادق اور امین کے لقب سے پکارتے تھے۔ آپ ﷺ کو اپنی جان ومال کا امین سمجھتے تھے اور آپ ﷺ کے قول کو سچ جانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اعلان نبوت کے بعد، جب کفار مکہ آپ ﷺ کے جانی دشمن بن گئے تب بھی آپ ﷺ کے پاس اپنا مال بطورِ امانت رکھواتے، کیونکہ دشمن بھی جانتے تھے کہ آپ ﷺ ان کے مال کی حفاظت فرمانے والے ہیں۔ حتیٰ کہ جب کفار کے ظلم وستم کے باعث، نوبت ہجرت تک آ گئی اس وقت بھی آپ ﷺ کے پاس امانتیں موجود تھیں۔ جنھیں آپ ﷺ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سپرد کر آئے۔

جب مدینہ میں اسلامی ریاست کا قیام وجود میں آیا تو اس کی بنیاد بھی امن پر رکھی گئی۔ آپ ﷺ نے مدینہ کی دیگر اقوام کے ساتھ معاہدہ امن کیا جسے میثاق مدینہ کہا جاتا ہے اس معاہدے کا مقصد مدینہ میں امن و سلامتی کے ماحول کو قائم کرنا تھا۔ اس نظام کی نمایاں خصوصیت، یکساں اور غیر جانبدارانہ عدل وانصاف کی فراہمی تھی۔ اس سے معاشرے میں یکساں حقوق کی فراہمی کو یقینی بنایا اور معاشرے میں مساوات کو فروغ ملا۔ جس نے دیگر اقوام کو اس نظام حکومت و عدالت کو اپنانے پر مجبور کر دیا۔ کفار مکہ اور مسلمانوں کے درمیان بہت سی جنگیں لڑی گئیں۔ لیکن آپ ﷺ نے جنگ کے لیے جو اصول وضع کیے ان میں بھی ظلم وتشدد اور فساد پیدا کرنا مقصود نہیں تھا بلکہ یہ جنگیں دفاعی نوعیت کی تھیں۔ صرف ان لوگوں کے ساتھ جنگ کی جاتی جو ہتھیار لے کر جنگ کرنا چاہتا۔ جنگ میں عورتوں، بچوں، بیماروں، بوڑھوں اور نہتے شہریوں کو قتل کرنا جنگ کے اصولوں کے منافی تھا۔

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر مسلمانوں اور کفار مکہ کے درمیان جو معاہدہ ہوا بظاہر وہ مسلمانوں کے حق میں نہیں تھا۔ مگر آپ ﷺ نے امن کو حج کی ادائیگی پر مقدم جانا اور امن کے فروغ کی خاطر اس معاہدے کو قائم کیا۔

فتح مکہ کے موقعہ پر بھی آپ ﷺ نے عام معافی کا اعلان کر کے ساری انسانیت کے لیے امن کا پیغام دیا۔

خطبہ حجتہ الوداع میں آپ ﷺ نے انسانی حقوق کا چارٹر پیش کیا اور طبقاتی، نسلی، نصبی، لسانی، اختلافات، جو کہ امن میں بگاڑ پیدا کرتے ہیں، کو مٹا کر مساوات کا درس دیا۔

اس کے علاوہ، دین اسلام کے شریعی احکامات میں بھی انفرادی اور اجتماعی امن و سلامتی کی تعلیم ملتی ہے۔ اسلام کے بنیادی اراکین، نماز، روزہ، زکوۃ اور حج میں بھی باہمی محبت، رواداری، مساوات اور اخوت کا درس ملتا ہے۔ ایک پرامن معاشرے کے قیام کے لیے حقوق العباد دیے گئے جن کا مقصد طبقاتی فرق اور اس سے پیدا ہونے والی نفرت، بغض، حسد، اور عناد کو مٹانا تھا۔ معاشرے میں محبت، مودت اور باہمی اعتماد کی فضا کو قائم کرنا تھا۔ الغرض جملہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا تعلق انسان کی سیرت و کردار کو سنوارنے سے ہے تاکہ مسلمان کی شخصیت امن، احترامِ آدمیت، تحمل و برداشت جیسے اوصاف سے متصف ہو اور ہر کوئی اس سے امان و عافیت پائے۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی اسلام کے صحیح اصولوں پر مبنی معاشرہ قائم ہوا تو مسلمان قوم نے تمام شعبہ ہائے زندگی میں اوج کمال حاصل کیا۔ مسلمانوں نے سائنسی ترقی کے راستے ہموار کیے۔ دنیائے انسانیت کو نئے طرزِ معاشرت سے متعارف کروایا۔ لوگ جوق در جوق اس نظام حیات کو اپنانے لگے۔ کیونکہ اس نظام میں لوگوں کی جانوں کو امان ملی۔ ان کے مال اور عزتوں کو تحفظ ملا۔ اقوامِ عالم نے بھی تسلیم کیا کہ یہی وہ نظام ہے جو صحیح معنوں میں انسانیت کو فروغ دیتا ہے اور اسی نظام میں انسانیت کی بقا کا راز مضمر ہے۔ بعد میں آنے والے نظام اور طرزِ حکومتوں نے اسلام سے رہنمائی حاصل کی، لیکن ان کی نظریاتی اساس مادیت اور دنیاوی فوائد پر رکھی گئی جس کی وجہ سے وہ تصورِ امن کی روح کو حاصل نہ کر سکے۔

اگر حالاتِ حاضرہ کا جائزہ لیا جائے تو موجودہ صدی جو علم ، ٹیکنالوجی اور سائنسی ترقی کا سنہری دور تصور کیا جاتا ہے۔ انسان خود کو باشعور گردانتا ہے لیکن اطراف و اکناف میں نگاہ دوڑائی جائے تو ہر طرف بدامنی، مایوسی اور پریشانی کی فضا نظر آتی ہے۔ کسی کی جان و مال اور عزت محفوظ نہیں۔ معاشی، معاشرتی، مذہبی، سیاسی انتشار کا ماحول موجود ہے۔ مذہب، قوم، رنگ، نسل، زبان کے اختلافات کو متعصّبانہ رخ دیا جا رہا ہے۔ سیاست کے نام پر قتل و غارت گری عام ہے۔ مذہبی حلقوں کی جانب درندگی منسوب کی جا رہی ہے۔ مذہبی رجحان کو انتہا پسندی قرار دیا جاتا ہے۔ نام نہاد لبرل ازم کے ذریعے معاشرتی اقدار کو ختم کیا جا رہا ہے۔ رنگ نسل کے تفاخر کو ہوا دی جا رہی ہے۔ ایک فرد، مختلف مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے کسی دوسرے فرد کے لیے برداشت نہیں رکھتا۔ ایک حلقہ دوسرے حلقے کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اسی طرح ایک قوم دوسری قوم کی سالمیت کو ختم کرنے کے درپے ہے۔ انفرادی زندگی سے لے کر پوری دنیائے انسانیت ایک پس پردہ جنگ کی سی کیفیت میں مبتلا دکھائی دیتی ہے۔ علمی قوتیں ایک طرف تو امن کی داعی نظر آتی ہیں تو دوسری طرف وہی امن کی سب سے بڑی دشمن بھی ہیں۔ اور انھوں نے دنیا کے امن کو تہہ و بالا کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ معاشی اور سیاسی مفادات کی خاطر اسلام ، جو کہ دین ہی امن وسلامتی کا ہے، کو دہشت گردی اور انتہا پسندی کے ساتھ منسوب کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ امن کا حقیقی تصور آج کی دنیا میں مفقود ہو چکا ہے اور یہ اقوامِ عالم کے ہاتھ میں، حاکمیت وتسلط حاصل کرنے کا ہتھیار بن کے رہ گیا ہے۔

انسانی تاریخ ایسے حادثات اور واقعات سے بھری پڑی ہے جہاں قیام امن کے لیے اقوام عالم کے اقوال و افعال میں صریح تضاد نظر آتا ہے۔

جنگ عظیم اول کے اختتام پر معاہدہ لوزان کے تحت ترکی کے عوام کے ساتھ ظلم کیا گیا اور انھیں ان کے جائز حقوق سے روک دیا گیا۔

جنگ عظیم دوم کے اختتام پر علمی یوم امن منانے کا اعلان کیا گیا اور امن کے قیام کے لیے اقوام متحدہ کے نام سے ادارہ قائم کیا۔ لیکن اگر ان کے عملی اقدامات کو دیکھیں تو یہ کسی صورت امن قائم کرتے نظر نہیں آتے۔

افریقہ کے ممالک میں نوآبادیاتی نظام قائم کر کے وہاں کے ذخائر اور قدرتی وسائل کا ناجائز استعمال کیا گیا اور آج بھی ترقی یافتہ ممالک وہاں سے ذخائر حاصل کرتے ہیں جو کہ وہاں کی مقامی آبادی کا حق ہے۔ جبکہ وہاں کی عوام غربت کی چکی میں پس رہی ہے۔

برصغیر میں غیر منصفانہ تقسیم کے نتیجے میں مسئلہ کشمیر شروع ہوا جس کی وجہ سے آج تک خطے میں امن کی بحالی ممکن نہیں ہوسکی۔

فلسطین پر اسرائیل نے اپنا غاصبانہ تسلط قائم کیا۔

دہشتگردی کی زد میں عراق، افغانستان، شام اور پاکستان میں معصوم شہریوں کا قتل عام ہوا۔

ہیروشیما اور ناگاساکی ، ایٹم بم کی نذر ہوئے۔

یمن پر جنگ مسلط کر دی گئی۔

چین میں مسلمانوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک اپنایا گیا۔

مغربی دنیا میں نصبی تعصب کی زد میں ہونے والے واقعات اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

اس طرح کے اور بہت سے واقعات ہیں جن میں انسانی بنیادی حقوق کی دھجیاں اڑا دی گئیں مگر عالمی قوتوں اور امن کے علمبرداروں نے ان کی روک تھام کے لیے کوئی خاطر خواہ اقدامات نہیں اٹھائے۔

ان تمام حالات و واقعات کے تناظر میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ امن آج کے دور کی سب سے بڑی ضرورت ہے حقیقی معنوں میں امن کے نظام کے قیام کی ضرورت ہے۔ اور امن کے قیام کے لیے جو اصول اسلام نے وضع کیے وہ اور کسی نظام میں نظر نہیں آتے۔ امن کے قیام کے بغیر انسانیت کا تصور ممکن نہیں۔ امن ہی انسانیت کی بقاء کا ضامن ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا یہ قول اس بات پر مہر ثبت کر دیتا ہے۔

کفر کا نظام چل سکتا ہے مگر ظلم کا نظام نہیں۔ ☆☆☆☆

”عصرِ حاضر کا نوجوان اور درسگاہیں“

جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں: جو علم تن کے لئے پڑھا جاتا ہے وہ آدمی کو سانپ بن کر ڈس لیتا ہے اور جو علم دل کے لئے پڑھا جاتا ہے وہ آدمی کا دوست بن جاتا ہے

پروفیسر حلیمہ سعدیہ

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

عصرِ حاضر کے نوجوان تشنہ لب ہیں اور ان کے معرفت و عرفان کے پیالے خالی ہیں کیونکہ ان نوجوانوں میں نہ ذکر اذکار کا رجحان ہے اور نہ ہی اس کی فکر کی اہمیت کا اندازہ۔ یہاں فکر سے مراد وہ غور و فکر ہے کہ جس کا حکم قرآن میں دیا گیا ہے کہ مشاہدہ مومن کی معرفت میں اضافہ کرتا، ایمان کی راہ پر چلنے میں مدد کرتا ہے اور زندگی کے اسرار و رموز کو تعلیمات قرآنی کی روشنی میں سمجھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

جب کہ عصر حاضر کے نوجوان کے چہرے تو چمکدار ہیں لیکن جانیں تاریک، دماغ تو روشن ہیں لیکن فکرِ ایمانی سے خالی۔ گویا عصر حاضر میں نوجوان جسم کی آرائش و تزئین کے تو قائل ہیں لیکن روح کی تجلی کے قائل نہیں۔ آرائش دنیا کو دیکھتے اور سراہتے تو ہیں لیکن اشیاء کی حقیقت کو معرفت کی روشنی میں پانے اور حقیقت کائنات تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ روپیہ پیسہ کما لینے کے باوجود اور ظاہری مراتب دنیا کی بار آوری کے باوجود یہ نوجوان اصل مقصد حیات سے بے خبر رہتے ہیں اور ایک بے چینی اور مایوسی ان کے قلوب و اذہان کو گھیرے رکھتی ہے۔

تلخ حقیقت تو یہ ہے کہ دور حاضر کی مادر علمی جن میں یہ نوجوان تعلیم پاتے ہیں اپنے مقصود سے آگاہ نہیں ہے۔ آج کا تعلیمی ادارہ اور استاد ذہن اور بدن کی عمارتیں تو تعمیر کرتا ہے لیکن روح اور قلب کی عمارتیں مسمار ہوتی جاتی ہیں گویا یہ تعلیمی ادارے جو علم دے رہے ہیں وہ انسان کے تن کی پرورش کو تو کافی ہے لیکن من کی پرورش فراموشی کا شکار ہے۔ مولانا رومؒ کے الفاظ میں:

”جو علم تن کے لیے پڑھا جاتا ہے، وہ آدمی کو سانپ بن کر ڈس لیتا ہے اور جو علم دل کے لیے پڑھا جاتا ہے، وہ آدمی کا دوست بن جاتا ہے“۔

دین حق کی تعلیمات سے دور ان درسگاہوں نے گویا عصر حاضر کے نوجوانوں کی جانوں سے فطرت کے نور کو دھو ڈالا اور روح آدم پکار پکار کر کہہ رہی ہے:

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ. (الاعراف، ۷: ۲۳)

”اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی۔ اور اگر تو نے ہم کو نہ بخشا اور ہم پر رحم (نہ) فرمایا تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے“۔

ان درسگاہوں میں فرائض منصبی ادا کرنے والے اساتذہ جب پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھتے ہیں تو ان درسگاہوں میں فارغ التحصیل ہونے والے فرزندان شوق استاد کو زرخرید غلام کی حیثیت تو دیتے ہیں لیکن روحانی والدین کا درجہ دینے سے قاصر ہیں۔ ان درسگاہوں میں معرفت حق کے مراتب

بے شک دور برا ہے، عرفان اور معرفت حقیقی کے چشمے کم ہیں لیکن عصر حاضر کے نوجوان کے راہ راست پر رہنے کے لیے اتنا تعارف ہی کافی ہے کہ وہ ''امت محمدی'' کا فرد ہے

پانے والے شاداب پھول (مردِ حق) نہیں کھلتے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے تعلیمی اداروں اور ان سے علم یافتہ نوجوانوں کے لیے اقبال کہتے ہیں:

نوجواں تشنہ لب، خالی ایاغ
شستہ رُو، تاریک جاں، روشن دماغ
کم نگاہ و بے یقین و ناامید
چشمِ شاں اندر جہاں چیزے ندید

اگر عصر حاضر کا تعلیمی نظام انسان کو اس کے مقصد تخلیق سے دور لے جاتا ہے اور نیابتِ الٰہی کے منصب عالیہ کے لیے تیار نہیں کرتا تو یہ علم درحقیقت جہالت ہے کیونکہ محض رزق اور تن پروری کے لیے علم حاصل کرنا یہ تو خود کو حیوان بنانا ہے کہ کھانا پینا اور ختم ہوجانا تو حیوانوں کی زندگی ہے۔

جبکہ علم تو ''**من عرفه نفسه فقد عرفه ربه**.. کا مصداق ہوتا ہے علم کی معراج یہ ہے کہ کسب علم کے بعد آج کا نوجوان خود سے آشنا ہوجائے۔ علم اس کی مخفی انسانی صلاحیتوں کو اجاگر کردے مفکر قوم حضرت اقبال کہتے ہیں:

علم جز شرح مقامات تو نیست
علم جز تفسیر آیات تو نیست
علم حق اول حواس، آخر حضور
آخر اوسی نگنجد در شعور

بے شک حق کا علم پہلے حواس سے حاصل کیا جاتا ہے اور آخر میں مشاہدات سے یہ علم جو آخر میں آتا ہے حضوری پیدا کرتا ہے اور حضوری ایسی چیز ہے جو عقل کی گرفت میں نہیں آسکتی۔ مراد یہ ہے کہ علم حق کی ابتدا بے شک شعور سے ہوتی ہے لیکن اس کی انتہا کا شعور کسی کے علم میں نہیں۔ اسے صرف کوئی مرد حق ہی جان سکتا ہے۔

تحریر کے آخر میں حضرتِ اقبال کے اپنے فرزند جاوید کے نام پیغام کو پیش کرنا فرض سمجھتی ہوں کہ یہ اشعار عصر حاضر کے نوجوان کی فکر کی آبیاری کا حسین ترین سبب ہیں۔ حضرت اقبال سے دوسری گول میز کانفرنس کے لیے درپیش سفر کے دوران ان کے صاحبزادے جاوید نے بذریعہ خط کچھ عصری آسائشوں پر مبنی اشیاء کی فرمائشیں کیں اس خط کے جواب میں مفکر قوم نے جس خوبصورت انداز میں عصر حاضر کے نوجوان کو ''امت محمدیہ'' کا فرد ہونے کا منصب عالیہ یاد کرایا ہے۔

غارت گر دیں ہے یہ زمانہ
ہے اس کی نہاد کافرانہ
دربارِ شہنشاہی سے خوشتر
مردانِ خدا کا آستانہ
سرچشمۂ زندگی ہوا خشک
باقی ہے کہاں مئے شبانہ
خالی اُن سے ہوا دبستان
تھی جن کی نگاہ تازیانہ
جس گھر کا مگر چراغ ہے تو
ہے اس کا مذاق عارفانہ

بے شک دور برا ہے، عرفان اور معرفت حقیقی کے چشمے کم ہیں لیکن عصر حاضر کے نوجوان کے راہ راست پر رہنے کے لیے اتنا تعارف ہی کافی ہے کہ وہ ''امت محمدی'' کا فرد ہے اور یہ تعارف اس کو اگر یاد ہوجائے تو درسگاہوں اور استاد کی کمی کو بھی عصر حاضر کے نوجوان کا ایمان اور یقین کامل دور کرسکتا ہے اور جس لمحہ ہم نے بہ حیثیت مسلمان قوم یہ سمجھ لیا کہ ''علم'' درحقیقت انسانیت اور آدمیت کے مقامات کی شرح کے سوا کچھ نہیں ہے تو وہیں سے ہمارا عروج شروع ہوجائے گا۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

☆☆☆☆☆

آپ کی صحت

بروقت ناشتہ امراض قلب کو کم کرتا ہے

صحت مند زندگی کا راز معیاری اور سادہ غذا میں ہے

نظامت انہضام کے مسئلے کے پیچھے دل کا مرض چھپا ہوتا ہے

چینی اور چینی کے مشروبات کے استعمال سے بچیں

ویشاء وحید

نوجوانوں میں دل کے امراض کی شرح بڑھتی جارہی ہے۔ ہمارے سب خاندانوں میں ایک نہ ایک خبر ایسی ضرور گردش کرتی ہے جہاں ایک نوجوان رات کو بظاہر صحت مند سویا مگر صبح اٹھ نہ سکا۔ دل کے امراض میں مبتلا ہونے کی تین واضح وجوہات ہوتی ہیں۔ emotional، metaphysiral، Physical عام طور پر دل کو خون پمپ کرنے کا اعضاء سمجھا جاتا ہے مگر درحقیقت اس کے اور بہت سے کام بھی ہیں۔ دل آپ کو فہم و فراست بھی دیتا ہے، دانائی کا گڑھ بھی ہے۔ دل کے امراض کے Physical cause میں خوراک غلط ہونا، چکنائی کا زیادہ استعمال، سٹریس، نیند کی کمی اور اپنے آپ کو ضرورت سے زیادہ تھکا دینا ہے۔ نوجوانوں میں پچھلے 10,15 سالوں میں دیکھا گیا ہے کہ کچھ نوجوان وقت سے پہلے یعنی چھوٹی عمر میں ہی بہت ترقی کرنے لگ گئے ہیں یعنی عمر 29 سال ہے مثال کے طور پر مگر انہوں نے دنیاوی ترقی کے لحاظ سے 40 سال کے آدمی جتنی ترقی کرلی ہے۔ یہاں گڑبڑ آتی ہے یعنی وہ چیز جو انہوں نے40 سال میں حاصل کرنی تھی وہ انہوں نے 29 سال کی عمر میں حاصل کرکے اپنا جسم یا اپنی جسمانی صحت بھی 40 سال کے عمر والے شخص جیسی کرلی ہے۔ یعنی آپ کا جسم وقت سے پہلے عمر رسیدہ ہوگیا اور شاید اس تیز رفتار ترقی کے پیچھے وہ آسائشیں ہیں جن کو اب ہم بنیادی ضرورت بنا چکے ہیں یعنی جلد از جلد اپنا گھر، گاڑی اور بچوں کے لیے بہترین سکول وغیرہ۔ ہم بطور قوم ایک ریس میں ہیں جس میں ہم وہ چیز بھی بہت چھوٹی عمر اور وقت سے پہلے حاصل کرلینا چاہتے ہیں جو شاید ہمیں باقی دنیا کی نظر میں کامیاب بنانے کے لیے ضروری ہیں یا ضروری بنادی گئی ہیں۔

چھوٹی عمر میں دل کے امراض اس لیے بھی زیادہ خطرناک ہوتے ہیں کیونکہ دل ابھی ان شوکس کے لیے تیار نہیں ہوا ہوتا جو وقت کے ساتھ ساتھ انسانی دل کو حادثہ برداشت کرنے کی طاقت دیتے ہیں۔ آپ جیسے جیسے عمر میں بڑھتے جاتے ہیں ویسے ویسے روزمرہ کی زندگی میں آنے والے حادثات کو برداشت کرکے دل مضبوط ہوجاتا ہے مگر چھوٹی عمر میں دل ابھی اتنا مضبوط نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس عمر میں آنے والا دل کا مرض وہ برداشت نہیں کرپاتا اور جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

اکثر سننے میں آتا ہے کہ مریض کو محض پیٹ کا یا نظام انہضام کا کوئی مسئلہ تھا مگر اچانک دل کا دورہ پڑ گیا۔ درحقیقت اس نظام انہضام کے مسئلے کے پیچھے دل کا مرض ہی چھپا ہوتا ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے جیسا کہ ہم سب کو معلوم ہے کہ دل کا کام ہے خون جسم تک پہنچانا۔ جسم کے ہر اعضاء کو دل خون پہنچاتا ہے مگر جب دل کا کام متاثر ہوتا ہے تو خون کی فراہمی متاثر ہوتی ہے اور اس میں نظام انہضام میں آنے والے اعضاء بھی شامل ہیں۔ ہمارے نظام ہضم میں ایک وقت میں بے شمار کام ہورہے ہوتے ہیں اور جب وہاں خون کی فراہمی متاثر ہوتی ہے تو Peristaltic Movement متاثر ہوتی ہیں اور ان کے متاثر ہونے کی وجہ سے آنتوں میں گیس بنتی ہے اس

لیے جو لوگ پہلے سے ہی دل کے امراض میں مبتلا ہیں۔ ان میں بھی دل کا دورہ پڑنے سے پہلے ایسے مسائل ہوسکتے ہیں اور جسم میں جب دل کا کام متاثر ہونا شروع ہوتا ہے تو اس کو سہارا دینے کے لیے جسم کے اندر کچھ کیمیائی تبدیلیاں آتی ہیں جن کی وجہ سے بھی الٹی یا متلی ہوسکتی ہے۔

دل محض ایک خون کی فراہمی کا ذریعہ نہیں ہے ہم سمجھتے ہیں کہ فہم میں دل کا کوئی کام نہیں ہے۔ یہ محض دماغ کا کام ہے مگر ایسا نہیں ہے۔فہم کی ترسیل میں بھی دل ایک کبوتر کا کام کرتا ہے یعنی infromation دماغ سے خون کے ذریعے دل تک آتی ہے اور دل ایسی Information کو خون کے ذریعے جسم کے مطلوبہ حصے تک ترسیل کرتا ہے۔ جیسے وہ آکسیجن اور مختلف غذائیات کو جسم کے حصوں تک پہنچاتا ہے پھر جب گندہ خون دل کی طرف واپس جاتا ہے تو وہ اپنے ساتھ مختلف گند بلا کے علاوہ اس اعضاء نے مطلوبہ کام کیسے کیا یہ بھی دماغ تک لے کر جاتا ہے اور دماغ واپس سے دل کو information دیتا ہے یا پیغام دیتا ہے کہ فلاں اعضاء نے درست کام نہیں کیا۔ اس اعضاء تک پیغام پہنچایا جائے تو دل اس اعضا تک خون کے ذریعے دماغ کا دیا ہوا پیغام پہنچاتا ہے۔ اس نظام کو خراب کرنے والی چیز بھی ہمارے ذہن میں آنے والے خیالات ہیں۔ یعنی اگر آپ ہر وقت ایک افراتفری کے عالم میں رہتے ہیں آپ کے پاس اپنے لیے وقت ہی نہیں ہے اپنے جسم کے پیغام کو سننے کا ٹائم ہی نہیں ہے تو آپ دماغ اور دل کی اس کمیونیکیشن کو بھی خراب کررہے ہیں۔

☆ دل ایک ایسا اعضاء ہے جو ہمارے پیدا ہونے سے ہماری موت تک کام اور اس کو سب سے زیادہ غذائیات کی ضرورت ہے mineral چاہیے Vitamins چاہئے۔ وٹامنز وہ جس میں B6, B9, B12 اور یہ سب موجود ہے انڈے کی زردی، چکنائی کے اندر، صحت افزاء اور سیڈز (Seeds) کے اندر اور Organ meat کے اندر موجود ہوتا ہے ارگن میٹ سے مراد دل، گردہ، کلیجی ہے جو ہفتے میں ایک بار کھالینے سے صحت کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس کے علاوہ دل کی غذا میں Calcium کیلشیم کا بڑا ہاتھ ہے جو ہمیں دودھ، دہی پنیر سے ملتا ہے۔ ڈبے کے دودھ کا استعمال بھی دل کے امراض پیدا کرسکتا ہے کیونکہ دودھ کے اندر تقریباً 46 ایسی مختلف غذائیات ہوتی ہیں جو کہ ڈبے کے دودھ میں موجود نہیں ہوتی۔ ڈبے کے دودھ کو اگر مرا ہوا دودھ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ B6 اناج اور گوشت میں بھی موجود ہے۔ ہم کیا کرتے ہیں ہم ڈبے کا دودھ پیتے ہیں، انڈے کی زردی نہیں کھاتے، دہی ہم ڈبے والی استعمال کرتے ہیں، گوشت گھروں میں بنا کم ہوگیا ہے، گندم کی جگہ سفید آٹے نے لے لی ہے۔

☆ اس کے علاوہ دل کے امراض یا اچانک دل کا دورہ پڑنے کی اہم وجہ ناشتہ وقت پر نہ کرنا اور دوپہر کا کھانا پیٹ بھر کا کھانا ہے۔ ناشتے کا وقت یعنی صبح 9 بجے سے پہلے کا وقت وہ واحد وقت ہے جس وقت جسم کی تمام ارگنز اس غذا کو لیتی ہیں یعنی اس سے ملنے والے غذائیات سے بھرپور اجزا کو استعمال کرتی ہیں۔ اگر آپ نے ناشتہ نہیں کیا اور دوپہر کا کھانا جتنا مرضی اچھا کیا ہو امکان ہے کہ اس کھانے کا 90% آپ کا جسم استعمال ہی نہ کرے کیونکہ اس وقت دل اور کاموں میں صرف ہے، قدرتی طور پر وہ اس کا معدہ کو وافر مقدار میں خون کی فراہمی کا وقت نہیں ہے وہ اس کا جسم کے معاملات کو دیکھنے کا وقت ہے اور اس ٹائم آپ دل کے کام میں مداخلت کرکے اس کا دھیان نظام انہضام کی طرف لگا کر اپنی جان کو زیادہ خطرے میں ڈال سکتے ہیں۔

☆ اس کے علاوہ چینی سے بھرے مشروبات سے پرہیز کریں۔ اگر گرمی کے موسم میں بہت طلب ہوتو لیمو پانی بنا کر پی لیں کیونکہ لیمو میں موجود Vitamin دل کے لیے بھی مفید ہے۔ اس کے علاوہ آج کل کے موسم میں گھر کے بنے املی آلو بخارے کا شربت، فالسے کا شربت، گھر کے بنے فروٹ جوس و بادام کا شربت وغیرہ استعمال کیے جاسکتے ہیں۔

☆ احتیاط علاج سے بہتر ہے لہذا اس سے پہلے کہ یہ دل کا مرض ہماری نوجوان نسل میں اپنی جڑیں مضبوط کرلے بہتری اسی میں ہے کہ ہم اپنی خوراک کو اپنا ہتھیار بنالیں اور ایک صحت مند زندگی کی طرف ایمان اور لگن کے ساتھ قدم بڑھائیں۔

☆☆☆☆☆

گلدستہ

جو ضمیر کی آواز پر لبیک کہے آسودگی اس کا مقدر بنتی ہے

بھلائی کے کام کرنے کے بعد عاجزی اختیار کرنے والے اللہ کے انعامات کے مستحق ٹھہرتے ہیں

خوش مزاجی اختیار کریں، دوسروں کو ناحق اذیت دینے سے بچیں

مرتبہ: حافظہ سحر عنبرین

فضیلت حسنات:

(نیکیوں میں جلدی کرنے والے کون ہیں؟)

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل کپکپاتے ہیں۔(المؤمنون -٦٠)

میں نے کہا (اے اللہ کے رسول!) کیا اس آیت کا مصداق شراب پینے والے اور چوری کرنے والے لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَا بِنْتَ الصِّدِّيقِ وَلَكِنَّهُمُ الَّذِينَ يَصُومُونَ وَيُصَلُّونَ وَيَتَصَدَّقُونَ وَهُمْ يَخَافُونَ أَنْ لَا يُقْبَلَ مِنْهُمْ، أُولَئِكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ. (المؤمنون -٦١)

نہیں اے بنت صدیق! اس آیت سے مراد وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ و خیرات کرتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ انھیں یہ ڈر ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ اعمال قبول ہی نہ ہوں۔ یہی ہیں وہ لوگ جو خیرات (بھلے کاموں) میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش کرتے ہیں، اور یہی لوگ بھلائیوں میں سبقت لے جانے والے لوگ ہیں۔"

(سنن الترمذی: ۳۱۷۵، صحیح)

یہ مومن کی پہچان ہے کہ نمازیں پڑھی ہیں، روزے رکھے ہیں، اور صدقہ وخیرات جیسے عظیم اعمال میں حصہ لیا ہے، لیکن اس کے باوجود یہ اندیشہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال قبول ہی نہ کرے اور جب ہم اس کی بارگاہ میں اجر وثواب وصول کرنے جائیں تو وہ ہمیں دھتکار دے۔ یہ فکر دامن گیر کرکے وہ نئے عزم اور نئے ولولے کے ساتھ حسنات و خیرات میں حصہ لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے درپے ہیں۔

(الصحیحۃ: ۲/۱۲۵)

لفظ عمل بنیں تو کردار سے خوشبو آتی ہے

۱۔آسودگی: راحت اور آسودگی اُس بشر کا مقدر ٹھہرتی ہیں جو ضمیر کی پکار پر لبیک کہنے والا ہوتا ہے جو قلبی خواہشات کی جی حضوری کرے اُسے کبھی سکون کی متاع حاصل نہیں ہوتی۔

۲۔دل جمعی: جس کام کو بھی سر انجام دینے کا تہیہ کرلیں پھر اُسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے دل جمعی کے ساتھ اُس میں منہمک ہو جائیں اور اس سے بیزاری کا ثبوت نہ دیں۔

۳۔خوش مزاجی: ایک ہنس مکھ انسان کی خلقت گرویدہ ہوتی ہے، ہمہ وقت کرخت لہجہ رکھنے والے انسان سے کوئی ملاقات کا متمنی نہیں ہوتا اس سے لوگ دامن چھڑانے کو ہی اپنے حق میں بہتر گردانتے ہیں۔

۴۔منفی پہلو: بات میں منفی پہلو نکالنے والا شخص خود تو نفسیاتی مریض بنتا ہی ہے مگر اُس کے ساتھ ساتھ وہ دوسروں کی بھلی ذات پر بھی اپنی منفی سوچ کی بنا پر قدغن لگا دیتا ہے۔

۵۔ترش روئی: کوشش کریں کہ اپنے لہجے میں اور الفاظ میں ایک رس اور مٹھاس گھولیں اگر اُس میں ترش روئی کو جگہ دیں گے تو بشریت ہم سے کٹی کٹی ملے گی۔

۶۔ناگزیر: زیست میں کامیاب اور سرفراز ہونے کیلئے ایک جوش، ولولہ اور منزل کی سچی اور کھری جستجو ناگزیر ہے کیونکہ یہ وہ محرکات ہیں جو انسان کی منزل تک رسائی کو یقینی بناتے ہیں۔

۷۔شغف: اپنی ذات کے اندر اچھا سے اچھا کرنے کا شغف پیدا کریں اور نئی نئی جہتوں کی جستجو میں مگن رہیں پھر دیکھیں کس طرح مشکل سے مشکل عقدے وا ہوجائیں گے۔

۸۔ مرغوب: دوسروں کی ذات کو اذیت میں گھرا دیکھ کر اس پر تماشائی کردار ادا کرنا ہمارا مرغوب مشغلہ بن چکا ہے مگر ہمارے لئے مشکل اس وقت کھڑی ہوتی ہے جب دوسرے ہمیں بھی تنگی اور اذیت میں تن تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔

بیف نہاری:

اجزاء:

(بیف لیگ ایک کلو) بڑے ٹکڑوں میں کٹی ہوئی، لہسن کا پیسٹ ایک کھانے کا چمچ، ادرک کا پیسٹ ایک کھانے کا چمچ، سونف پاؤڈر تین کھانے کے چمچ، گرم مصالحہ پاؤڈر ایک کھانے کا چمچ، زیرہ پاؤڈر ایک کھانے کا چمچ، نمک ڈیڑھ کھانے کا چمچ، آٹا پانچ کھانے کے چمچ، ہری مرچ آٹھ عدد، ہرا دھنیا ایک گڈی، (لال مرچ دو کھانے کے چمچ) پسی ہوئی، ہلدی آدھا چائے کا چمچ، (ادرک پانچ کھانے کے چمچ) کٹی ہوئی، آئل آدھا کپ، پانی حسبِ ضرورت

ترکیب:

۱۔اس میں ادرک لہسن پیسٹ اور گائے کے گوشت کو دس منٹ فرائی کریں۔

۲۔پھر پسی لال مرچ، ہلدی اور نمک شامل کرکے پانچ منٹ فرائی کریں۔

۳۔اس کے بعد ڈیڑھ لیٹر پانی ڈال کر اُبال آنے پر ڈھک کر ڈیڑھ گھنٹے تک پکنے دیں، یہاں تک کہ گوشت گل جائے۔

۴۔اب گوشت نکال کر شوربے میں پسا سونف، زیرہ پاؤڈر اور گرم مصالحہ شامل کریں۔

۵۔پھر آٹے کو پانی میں ملا کر اس میں شامل کریں اور ہلاتے جائیں۔

۶۔گاڑھا ہو جائے تو اس میں دوبارہ گوشت ڈال کر ہلکی آنچ پر بیس منٹ تک پکائیں اور ہرے مصالحے (ہری مرچ، ہرا دھنیا، ادرک کے ساتھ سرو کریں۔

☆☆☆☆☆

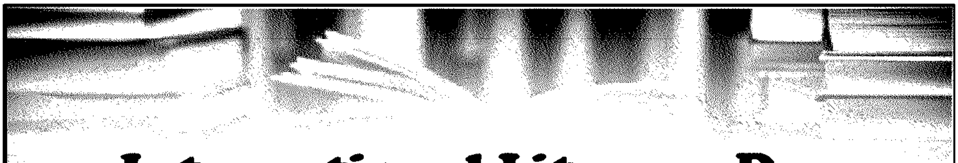

International Literacy Day Unveiling the veiled facts

Literacy rate plays a vital role in determining the fate of nations

By:Syeda Khazra Fatima

" Once you learn to read , you will be forever free" .

_ [Fredrick Douglas] [1].

Literacy is ability to read and write at a level where by individuals can effectively understand and use written communication in all media (print or electronic) including digital literacy [2]. Education and literacy are two 8th September was proclaimed international literacy day by UNESCO in 1966 to remind the international community, about the importance and effect of literacy for individuals, communities, societies and need for intensified efforts toward more literary societies [3]. The aim of ILD (international literacy day), is to promote the importance of literacy as a matter of dignity and human rights and to modify the literacy agenda [4].

Literacy has a different and great impact on a community, country and even on a single person of a society. Basically it is heart of country`s development. From individual to mass level literacy rate plays a vital role in determining the fate of nations. Higher literacy rate not only brings economic well-being and political stability but also leads to life long learning that can play role in sustainable human resource development. Literate communities are rightly aware of their rights and duties and hence, come revolutions in the history if nations. Low literacy levels also hampers moral growth of the nation and hence, nations as a whole fall victim of extremism and next generation wars, as it is happening in Pakistan.

From individual perspective, one needs sufficient literacy skills to participate and perform function in society's development. For instance, persons with adequate literacy skills can maintain better health by using their skills to

understand and interpret health information. They can be better able to communicate clearly and nicely with their doctors, children, parents, teachers and all the people that are around themselves. Their daily routine works can become easier. Collectively, a literate community can become a dynamic community, that can changes ideas, opinions and engages in dialogue, that is more innovative and productive. The sharing of opinions, thoughts, ideas and perceptions on a national scenerio or in other events by the use of literacy abilities give rise a great mutual level of understanding and caring [5].

Similarly, economy is intensified when learners have higher literacy level. Influence and great literacy skills give chance to rise more educational and employment opportunities, so the people are able to pull themselves out of poverty. Literacy brings creativity and more entrepreneurship opportunities. Nations overall economic behavior is largely dependent on its literacy rate.

" Literacy is a bridge from misery to hope. It is a tool for daily life in a modern society. It is a building block against poverty and a building block of development, an essential complement to investments in roads, dams, clinics and factories. Literacy is a platform for democratization and a vehicle for promotion of cultural and national identity."(Kofi Anna) [6]

Globally, over the two decades the youth literacy rate enhanced from 83 percent to 91 percent. While the number of illiterate youth declined from 170 million to 115 million. Literacy is lowest in degraded countries and higher among gentlemen than women. In several countries such as in region of Central Africa youth literacy rates are less than 50 percent. In about 2 out of 3 countries, literacy equality between men and women has existence. However, particularly in west, central Africa and south Asia, illiterate women far outnumber their men counterparts. [7]

Literacy in US has enhanced through access to high-profile and skill based education and due to high standard vacations schedule. The US s' previous definition of literacy, the ability to read a simple sentence has changed into such definition that literacy is a ability to use printed and written information to function in society and to achieve a goal and to develop knowledge.[8]

As far as Pakistan is concerned, education and literacy rate always remain crucial. Literacy rate in Pakistan as compared to other countries is very low that has further reduced by 60 percent to 58 percent. Pakistan is a developing country with a need of observant and skill based education management and developed structure. Pakistan`s literacy level cannot meet the international standards

because of weak education system, improper planning, lack of governmental interest, mass ignorance towards importance of literacy, nepotism, poverty and overpopulation. Moreover, there is no similar curriculum being taught all across the nation. Currently, Pakistan is recognized as the country with the second-highest number of out of school children with an estimated 22.8 million children between the ages of 5-16 not going to school, representing 44% of the total population. Between the age groups of 5-9, 5 million children are not enrolled in school or receiving any formal education. Schooling plays an important role in one's lifestyle. It is the foremost duty of the government to ensure that basic knowledge and skills needed to be a good citizen are given to everyone. Factors like the curriculum, learning materials, instructions, teaching techniques and the earning capacity of students should be given primary importance in order to enhance the literacy rate. For the economic development of the country, literacy rates are a major indicator. We have to work for development of Pakistan s' literacy standard. Unfortunately, our government does not seem willing for its development and progress [9].

It is dire need of the hour to develop basic literay schools for adults as well as comprehensive planning and focus on education of younger generation. Government need to prioritize this issue if it really wants to serve nation. Moreover measures should be taken to revitalize literary culture. To cope with illiteracy, the Government of Pakistan should make serious decisions for provision of quality education. Similarly, the government should earnestly make plans for alleviating poverty, because it worsens the literacy rate. Giving equal opportunities for employment to all and eliminating nepotism and favoritism in government services would also bring good results. At individual level, literacy skills can be enhanced exposure to print, by intensified phonemic awareness and by excessive narration with each other. We can also improve literacy skills by enhancing text comprehension. Text comprehension is intensified by improving our attention span and by being more concentrated in reading [10].

In a nutshell, literacy is extremely essential for the survival in era of competition, comprehension and the technological development. This is era where everyone wants to get excelled over others in different fields such as literacy, education, dressing and lifestyle etc. As we know ratio of literacy in Pakistan is low, we must pay attention to this and we have to improve our literacy and communication skills and have to become a well-educated nation by developing best platforms that can enhance the abilities and make our human

resource valuable more valuable. There is a need to put our efforts at point of improvement, improvement by establishing best and different institutes, colleges and schools that polish and build up the minds of youth and adults to increase skills and talent to learn more. It is our responsibility as a student, as a teacher, as a governing body and as parents to take sufficient steps for literacy development in our homeland, Pakistan. We must bring the people of our villages forward so that they too can help in development and can be literates. Here I am going to share a helpful quote of Quaid e Azam Muhammad Ali Jinnah (R.A).

"You must concentrate on gaining knowledge and education. It is your responsibility, Political awareness of the era is also the part of your education. You must be aware of international events and environment. Education is matter of life and death for our country"[11].

References:

1.https://Pinterest.com.

2. Montoya,Silvia.(2018).Defining literacy.https://unesco.org.

3.https://www.un.org/observance/literacyday.

4.https://word Literacy foundation.org.

5.https://project Literacy.com.

6.https://www.goodreads.com.

7.https://data.unicef.org.

8.https://www.Wikipedia.org/literacy_in_the_united states.

9.https://innews.pk/literacy rate in Pakistan_2020.

10.Pinantuan,Andrines.(2013).Adult literacy: Best reading comprehension, how to speed-read and some life changing literature to improve your life.https://www.opencolleges.edu.pk

11. https://m_a_jinnah.blogspot.com/2010/11/quaid-e-azams_advice_to _students. ☆☆☆☆☆